اپریل ۱۹۶۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ماہنامہ **میثاق** لاہور

جلد ۴ | بابت ماہ اپریل ۱۹۶۱ء مطابق شوال ۱۳۸۰ھ | عدد ۴

فہرست مضامین

چند آیات اور چند حدیثیں		۳
تدبر قرآن		
تفسیر سورۂ بقرہ	امین احسن اصلاحی	۹
مطالعۂ حدیث		
مسئلہ تصویر	مولانا عبد الغفار حسن صاحب	۱۳
اقتباسات و تراجم		
روزہ اور اس کی حکمتیں	ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب	۲۳
تاریخ و سیر		
حضرت عمرؓ کا طریق شوریٰ	مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی	۳۳
سفرِ حج		
مکہ معظمہ میں ایک عشرہ قیام	امین احسن اصلاحی	۳۹
تقریظ و تنقید		۴۶

ھندوستانی خریداروں کے لئے ترسیل زر کا پتہ

دفتر "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ

چند آیات اور چند حدیثیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۷۔ الحشر)

رسول جو چیز تمہیں دے اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔

دوسری آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلان کرایا جا رہا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۳۱۔ آل عمران)

کہہ دو، اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

پیروی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واحد نمونہ قرار دیا جا رہا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (۶۔ الممتحنہ)

تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی کے اندر بہترین نمونہ ہے، اس کے لئے جو اللہ کی ملاقات اور یوم آخرت کا متوقع ہو

تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت کی طرف پورے دل سے رجوع کرنا شرط ایمان میں سے ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۶۵۔ النساء)

پس نہیں، تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں بن سکتے جب تک وہ یہ طریقہ نہ اختیار کریں کہ ان کے درمیان جو قضیے پیدا ہوں ان میں تجھی کو فیصلہ کرنے والا مانیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلوں سے کوئی تنگی نہ

محسوس کریں اور اپنے آپ کو تیرے حوالہ کریں
اس طرح جس طرح حوالہ کرنے کا حق ہے۔

تمام ایسے معاملات میں جن میں کوئی بحث ونزاع پیدا ہو اللہ اور رسول اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت ان الفاظ میں دی جا رہی ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۵۹ - النساء)

اگر تم میں کسی امر میں اختلاف واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ کی اطاعت کا راستہ رسول کی اطاعت ہے۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو رسول کی اطاعت سے الگ ہوا وہ اللہ سے الگ ہوا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۸۰ - النساء)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جو اللہ اور اس کے رسول کے امر سے انحراف کرتے ہیں ان کے لئے فتنہ اور عذاب دردناک کی خبر دی گئی ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۳ - النور)

جو لوگ اس کے حکم سے اختلاف کر رہے ہیں وہ اس بات سے ڈرتے رہیں کہ کسی فتنہ یا دردناک عذاب کی پکڑ میں نہ آجائیں

صرف اللہ اور رسول ہی کا بتایا ہوا راستہ زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ ہے جو اس راہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں کو اختیار کر لیتے ہیں وہ گمراہی کی وادیوں میں بھٹک جاتے ہیں۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (۱۵۳ - الانعام)

اور میرا یہ راستہ سیدھا راستہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو کہ تمہیں خدا کے راستہ سے بھٹکا دیں۔

اب چند احادیث سنئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کے معاملہ میں

من گھڑت ایجادات سے نہایت شدت کے ساتھ روکا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہماری اس شریعت میں اپنی ایجاد سے وہ چیز داخل کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

مسلم شریف میں یہی مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔

جس نے دین کے معاملہ میں کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری کوئی سند نہیں ہے تو وہ باطل ہے۔

اپنے ایک خطبہ میں حضور نے ارشاد فرمایا۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ (مسلم)

آگاہ رہو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین چیز وہ ایجادات ہیں جو ان میں کی جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

جو لوگ اسلام میں کسی غلط چیز کی طرح ڈالتے ہیں وہ اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ ان سب لوگوں کے گناہ میں بھی برابر کے حصہ دار بنتے ہیں جو اس غلط چیز کی پیروی کرتے ہیں۔ حضور نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم

جس نے اسلام میں کسی اچھی بات کی راہ کھولی تو اس کے لئے اس نیکی کا بھی اجر ہے اور ان لوگوں کی نیکی کا بھی جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔ اسی طرح اسلام میں جس نے کسی بری سنت کی طرح ڈالی تو اس کے اوپر خود اس کا اپنا بار گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے گناہ کا بار بھی جن لوگوں نے اس

شیئ - کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے بارگناہ
(مسلم) میں کوئی کمی ہو۔

(بقیہ از صـ ۳۲)

اصل نصب العین یہ ہے کہ انسان کی حیوانیت اس کی ملکوتیت کے اس قدر تابع ہو جائے کہ وہ وہی کام کرے جس کا اشارہ ملکوتیت اسے کرے، وہ اس کے رنگ میں رنگ جائے اور اس کے اثر کے تحت ہر قسم کے گھٹیا اور پست اثرات موم کی مانند قبول کرنے سے رک جائے۔ اس نصب العین تک پہنچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ آدمی کی ملکوتیت اپنی ضروریات کے لحاظ سے کوئی کام منتخب کرے اور حیوانیت کو اس کا حکم دے، حیوانیت، ہٹ دھرمی یا انکار کرنے کے بجائے اس حکم کی تعمیل کرے۔ ملکوتیت کے حکم دینے اور حیوانیت کے اطاعت کرنے کا یہ کام بار بار ہوتے رہنا چاہیئے تاکہ حیوانیت بالآخر اس کی عادی ہو جائے۔ مذکورہ بالا ضروریات جن کا ملکوتیت حیوانیت کو پابند کرے دو طرح حاصل ہو سکتی ہیں ایک تو وہ کام اختیار کرنے سے جن سے ملکوتیت ابھرے اور حیوانیت دب جائے۔ مثلاً عالمِ ملکوت سے مشابہت پیدا کرنے اور خدا کی جبروت پر غور و فکر کرنے کی کوشش یہ ایسا کام ہے جو صرف ملکوتیت کے کرنے کا ہے، حیوانیت اس سے کوسوں دور ہے۔ دوسرے حیوانیت کی ضروریات کو ترک کر دینے سے تاکہ وہ لطیف ہو جائے۔ یہی دوسرا طریقہ ہے جو روزہ میں اختیار کیا گیا ہے۔"

روزے کی برکات بے شمار ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات میں بیان ہوئی ہیں یہاں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بتا دینا کافی ہے کہ روزے کا کم سے کم درجہ سحر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور دوسری نفسانی خواہشات سے اجتناب ہے اور اس کا بلند درجہ ہر قسم کے نفسانی، شیطانی خبیثانہ اعمال، اقوال اور تصورات سے باز رہنا ہے۔ روزے اور فاقے میں اس مقصد کے فرق کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن یہ فرق کتنا عظیم ہے!

(باقی)

تزکیۂ نفس

مولانا امین احسن اصلاحی کی معرکۃ الآرا تصنیف ، جس میں تزکیۂ نفس کے مبادی واصول کو قرآن کی روشنی میں نہایت وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ کتاب وسنت میں جس تزکیہ کا بیان ہے وہ ہماری زندگی کے ہر گوشہ سے بحث کرتا ہے۔ اس کے دائرہ میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلو آجاتے ہیں۔ تزکیہ نفس کا یہ ہمہ گیر تصور اسلام پیش کرتا ہے اس تصور کے تمام فکری گوشوں کا تجزیہ مصنف نے نہایت بصیرت افروز انداز میں کیا ہے۔

قیمت :- ۲،۷۵ روپے　　(محصول ڈاک ۷۰ پیسے)

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ میثاق رحمان پورہ (اچھرہ) لاہور

مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر

تدبّر قرآن

کا ایک نمونہ

تفسیر آیت بسم اللہ و سورۂ فاتحہ

اس کتاب کو خود پڑھئے اور اپنے دوستوں کو پڑھنے کے لئے دیجئے تاکہ قرآن مجید کے سمجھنے کا ذوق پیدا ہو۔

ہدیہ ۷۵ پیسے (محصول ڈاک ۵۰ پیسے)

مینیجر **مکتبہ میثاق رحمان پورہ (اچھرہ) لاہور**

ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی

زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب

- ہر ماہ علم و عرفان کے جواہر پاروں سے مرصع اور مزین ہو کر پابندی وقت کے ساتھ قارئین کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔
- ماہنامہ تعلیم القرآن پیغام حق کا بیباک اور صحیح ترجمان ہے۔
- ماہنامہ تعلیم القرآن توحید و سنت کا مخلص اور سچا خادم ہے۔
- ماہنامہ تعلیم القرآن شرک و بدعت و الحاد و زندقہ کیلئے پیغام موت ہے
- ماہنامہ تعلیم القرآن کے مستقل عنوانات معارف القرآن جواہر الحدیث کاروان اسلاف بزم خواتین بعمات مذاکرات اور تقدیر و قیمت وغیرہ ہیں
- دو آنے کے ٹکٹ ارسال فرما کر نمونے کا پرچہ مفت حاصل کریں۔

آپکا خادم ایڈیٹر

ماہنامہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

موجِ کوثر

از:- اقبال سہیل

یہ دیدہ زیب اور پاکیزہ بیاض اقبال سہیل مرحوم کے دو عظیم نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے۔

قیمت :- آٹھ آنے

(علاوہ محصول ڈاک)

ملنے کا پتہ

مکتبہ میثاق، رحمان پورہ (اچھرہ) لاہور

تدبر القرآن

امین احسن اصلاحی

تفسیر سورۂ بقرہ

(۲۱)

۴۰ - آگے کا سلسلۂ کلام

آگے یہود کے نقض عہد کی مزید تفصیل آتی ہے۔ فرمایا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا
مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝ ۸۳

اور یاد کرو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو گے۔ قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں کو ان کا حق دو گے۔ اور یہ کہ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ پھر تم برگشتہ ہو گئے مگر تم میں سے بہت تھوڑے لوگ۔ اور تم منہ موڑنے والے ہی لوگ ہو۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ
دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ۸۴
ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ

اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم سے اقرار لیا کہ اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالو گے پھر تم نے ان باتوں کا اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو پھر تم ہی لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے

وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ
تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن
يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ
وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ
أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ
تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن
يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ
إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا
٨٦ يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝
وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَ
قَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ
بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ
بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝
وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ
اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا
يُؤْمِنُونَ ۝

ہی ایک گروہ کو ان کی بستیوں سے نکالتے ہو۔ پہلے ان کے خلاف حق تلفی اور زیادتی کر کے ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آتے ہیں تو ان کا فدیہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ سرے سے ان کا نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا تو کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو جو لوگ تم میں سے ایسا کرتے ہیں ان کی سزا دنیا کی زندگی میں رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں اور آخرت میں یہ شدید ترین عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے اللہ اس چیز سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو نہ تو ان کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو کوئی مدد ہی پہنچے گی۔

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو کھلی کھلی نشانیاں دیں۔ اور روح القدس سے اس کی تائید کی تو کیا جب جب آئے گا کوئی رسول تمہارے پاس وہ باتیں لے کر جو تمہاری خواہشوں کے خلاف ہوں گی تو تم تکبر کرو گے سو تم نے ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو بند ہیں بلکہ خدا نے ان کے کفر کے سبب سے ان پر لعنت کر دی ہے تو شاذ و نادر ہی وہ ایمان لائیں گے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ج فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

اور جب آئی ان کے پاس ایک کتاب اللہ کے پاس سے مطابق ان پیشین گوئیوں کے جو ان کے ہاں موجود ہیں اور وہ پہلے سے کافروں کے مقابلے میں فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے تو جب آئی ان کے پاس وہ چیز جس کو وہ جانے پہچانے ہوئے تھے تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس ان منکروں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ وہ انکار کر رہے ہیں اس چیز کا جو اللہ نے اتاری ہے محض اس ضد کی بنا پر کہ اللہ نازل کرے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے پس وہ اللہ کا غضب در غضب لے کر لوٹے اور منکروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اتاری ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اس چیز پر تو ہم ایمان رکھتے ہی ہیں جو ہم پر اتری ہے اور وہ اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اور مطابق ہے ان پیشین گوئیوں کے جو ان کے ہاں موجود ہیں۔ ان سے پوچھو پھر تم خدا کے پیغمبروں کو اس سے پہلے کیوں قتل کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو۔ اور موسیٰ تمہارے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا۔ پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم اپنے اوپر ظلم ڈھانے والے بنے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَ
رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ؕ خُذُوا مَآ
اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق وَاُشْرِبُوْا
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ
قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۳ قُلْ اِنْ
كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ
اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۹۴
وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۹۵

اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور کو اٹھایا اور حکم دیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور سنو اور مانو۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔ اور ان کے کفر کے سبب سے بچھڑے کی پرستش ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔ ان سے کہو کہ اگر تم مومن ہو تو کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کا تمہارا ایمان تم کو حکم دیتا رہا ہے ان سے کہو کہ اگر دارِ آخرت کی کامیابیاں اللہ کے ہاں دوسروں کے بالمقابل تمہارے ہی لئے مخصوص ہیں تو موت کی آرزو کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ مگر یہ اپنی ان کرتوتوں کی وجہ سے جن کے یہ مرتکب ہوئے ہیں کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالے ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ
عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ
وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ
اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶

اور تم ان کو زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اس کو ہزار سال کی عمر ملے۔ حالانکہ اگر یہ عمر بھی ان کو ملے تو بھی وہ اپنے آپ کو خدا کے عذاب سے بچانے والے نہیں بن سکتے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

مطالعہ حدیث

مولانا عبد الغفار حسن صاحب

مسئلہ تصویر

مغربی تہذیب و ثقافت کے غلبے اور فرنگی اقوام کے ذہنی اور مادی تسلط و اقتدار کی بنا پر جن مسائل کے بارے میں مسلمان ممالک میں کشمکش برپا ہوئی ہے ان میں سے ایک مسئلہ تصویر بھی ہے۔

اس عنوان پر اب تک متعدد اہل علم موافق یا مخالف انداز سے خامہ فرسائی کر چکے ہیں اس وقت اس موضوع پر قلم اٹھانے کے چند محرکات ہیں۔

(۱) انگریزی تہذیب سے مرعوب و مسحور ہو کر مغربی ثقافت کو "فنونِ لطیفہ" کے نام سے جس طرح مقبولِ عام بنانے کی مہم چلائی جا رہی ہے اس کی بنا پر اب یہ مسئلہ مسئلہ ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر فتنہ کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کی براہ راست زد اسلام کے روحانی اور اخلاقی اقدار پر پڑ رہی ہے اب معاملہ صرف عکسی تصاویر تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ مجسموں اور بتوں کی نمائش ان افراد کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوتی ہے جن کے اسلاف بت شکن اور ہر قسم کے شائبۂ شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والے تھے۔ اس وقت تصاویر کی اشاعت، شخصیت پرستی، فحش، بےحیائی اور دوسرے اخلاقی جرائم کے جراثیم پھیلانے کے لئے انتہائی ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے۔

۲- کچھ عرصہ ہوا ایک ثقافتی صاحبِ علم نے قرآن مجید سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو موسیقی[1]

---

[1] موسیقی کے بارے میں مفصل مضمون "میثاق" کے تین شماروں مئی، جون، جولائی ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکا ہے (ع-غ-ح)

اور مصوری کا سرپرست اور علم بردار ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور یہ دعوے کیا تھا کہ تصاویر کی حرمت پر مشتمل روایات، اختلاف واضطراب سے خالی نہیں ہیں۔
اس مضمون میں ان جدید اکتشافات کا جائزہ لینے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

۳- اب یہ فتنہ صرف دین سے بیزار یا دین سے غافل حلقوں ہی میں نہیں پھیل رہا ہے بلکہ دین سے وابستہ حضرات بھی اب اس فتنے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔
اس مضمون میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے مسئلہ کی اصل نوعیت کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔　　واللہ المستعان وعلیہ التکلان　　(ع-غ-ح)

حدیث ۱:- عن عائشۃ انہا اشترت نمرقۃ فیہا تصاویر فقام النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بالباب، فلم یدخل۔ فقلت اتوب الی اللہ مما اذنبت، قال ما ہذہ النمرقۃ، قلت لتجلس علیہا وتوسدہا، قال ان اصحاب ہذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ، یقال لہم احیوا ما خلقتم، وان الملائکۃ لا تدخل بیت فیہ الصورۃ۔

(صحیح بخاری مصری ج ۱۰ ص ۳۱۹)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا۔ جس میں تصاویر تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو مکان کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے قصور کی بناء پر خدا کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ گدا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ آپ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا، ان تصاویر کے بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے ان سے کہا جائے گا، جس کو تم نے پیدا کیا ہے اس میں جان ڈالو، فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصاویر ہوں۔

اس حدیث کی روشنی میں چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تصاویر سے اس قدر نفرت تھی کہ آپ نے ایسے مکان میں داخل ہونا گوارا نہ فرمایا جہاں تصاویر تھیں۔

واضح رہے کہ یہ طریق کار ایسی جگہ اختیار کیا جا سکتا ہے جہاں انسان کو خود اپنا اختیار و اقتدار حاصل ہو۔

مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی، حالانکہ اس وقت خانہ کعبہ تصاویر اور بتوں سے بھرپور تھا لیکن فتح مکہ کے بعد آپ بیت اللہ میں اس وقت تشریف لے گئے جب اسے اس قسم کی تمام آلودگیوں سے پاک وصاف کرنے کی آپ کو پوری طرح قدرت حاصل ہو گئی۔ آپ کے حکم سے بتوں کو نکالا گیا اور دیواروں پر نقش شدہ تصاویر کو مٹا دیا گیا (زاد المعاد جلد ا ص۴۲۲)

۲- تصاویر کو عزت واحترام کے مقامات پر نصب یا آویزاں کرنے کو پسند کرنا تو کجا آپ کو ان چیزوں میں بھی تصاویر کی نمائش سخت ناگوار تھی جو استعمال میں آتی اور قدموں تلے روندی جاتی ہیں۔

۳- تصاویر سازوں کو قیامت کے دن عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی چیزوں میں جان ڈالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امر ان کے امکان سے باہر ہو گا۔ یہ اندازِ بیان ظاہر کر رہا ہے کہ تصویر سازی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔

"احیوا ما خلقتم" اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی روح اشیاء کی تصویر ناجائز ہے۔ بے جان چیزوں کی تصویروں کے بنانے اور استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے الا یہ کہ شریعت میں صریح طور پر کوئی ممانعت آگئی ہو مثلاً صلیب کی تصویر کی حرمت حدیث سے ثابت ہے۔ (مزید تفصیل اور متعلقہ روایت بعد میں بیان ہو گی)

۴- تصویر والے مکان میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اس روایت میں فرشتوں سے مراد ملائکہ رحمت ہیں۔ امام خطابی اور دوسرے شارحین حدیث نے یہی مفہوم بیان کیا ہے (فتح الباری ص۳۱۳ ج۲) کلام کے سیاق وسباق سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر کفار کے بارے میں آیا ہے لا ینظر الیھم (آل عمران ۷۷) یعنی اللہ تعالٰی کی ان پر نظرِ رحمت نہیں ہوگی۔ یہاں مطلق نظر کی نفی متصور نہیں ہے۔

۵۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض زینت و آرائش اور ذوقِ جمال کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تصاویر کے استعمال کی شریعتِ اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۶۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ فرق بھی درست نہ ہوگا کہ مجسمے ناجائز ہیں اور غیر مجسم تصاویر سے دل بہلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ گدے وغیرہ جیسی چیزوں میں نقوش ہی ہو سکتے ہیں مجسم تصاویر کا وہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حدیث ۲:۔ سعید بن الحسن سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ میری معاش کا دار و مدار میری ہاتھ کی کاریگری پر ہے میں تصویریں بناتا ہوں۔ ابنِ عباسؓ نے جواب میں کہا کہ میں تمہیں وہی کچھ بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے جس نے کوئی تصویر بنائی تو خدا اسے عذاب دینے والا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور یہ اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ یہ وعید سن کر اس شخص نے لمبا سانس لیا اور (خوف کے مارے) اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر تمہیں اپنی دستکاری پر اصرار ہی ہے تو درخت اور دوسری بے جان چیزوں کی تصویریں بنا سکتے ہو (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۸۶ باب التصاویر بحوالہ صحیح بخاری کتاب البیوع)

اس روایت سے نمایاں طور پر جاندار اور بے جان اشیا کی تصاویر کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

حرمتِ تصویر کی علت | جاندار اشیا کی تصویر یا مجسمے کیوں حرام ہیں اس کی وجہ ایک اور حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

حدیث ۳:۔ عن عائشۃ قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، اس

من سفر وقد سترت بقرام لی علی سہوۃ لی فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھتکہ، وقال اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یضاھون بخلق اللہ قالت فجعلناہ وسادۃ او وسادتین (صحیح بخاری مع فتح الباری جلد ۱۰ ص۳۱۷)

موقع پر میں نے اپنے طاقچے یا الماری کو ایک ایسے پردے سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو پھاڑ ڈالا، اور فرمایا لوگوں سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان کو ہوگا جو خدا کی صفت خالقیت میں مشابہت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر ہم نے اس پردے کے ایک یا دو تکیے بنا ڈالے۔

جاندار اشیاء کی تصویر بنانے کی حرمت اس بنا پر ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا پیدا کرنا خالص خدا کی صفت ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی اس معاملہ میں اس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ باقی رہیں غیر ذی روح اشیاء تو ان میں سے بہت سی چیزوں کے بنانے کی استعداد و صلاحیت اللہ تعالےٰ نے خود انسان میں بھی رکھی ہے اس لئے اس کی تصویر بنانے پر بھی کوئی قدغن نہیں لگائی گئی ہے

بعض حضرات نے یہاں یہ نکتہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ روایات میں آتا ہے تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اللہ تعالےٰ کے اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔ اور قرآن میں اللہ تعالےٰ کی ایک نمایاں صفت اَلْمُصَوِّر بھی بیان ہوئی ہے لہذا ہمیں بھی اپنے اندر مصوری کی صفت پیدا کرنی چاہیئے۔ اس حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ رحیم ہے ہمیں بھی اپنے اندر رحمت و شفقت کے جذبات پیدا کرنے چاہئیں۔ (ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء) وہ حلیم ہے ہمیں بھی حلم و بردباری سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ہر صفت سے متصف ہونے کا مطالبہ ہم سے کیا جا رہا ہے۔ واحد ہونا، (فرد طاق) ہونا اس کی صفت ہے، نیز لم تکن لہ صاحبۃ (اس کی کوئی بیوی نہیں ہے) ولم یتخذ ولدا (اور نہ اس کے کوئی اولاد ہے) بھی

اس کی نمایاں صفت ہے۔ اب اگر تخلقوا باخلاق اللہ اپنے عموم پر بحال رکھا جائے تو شادی بیاہ کی کیا ضرورت اور نسلی لاز کس کے لئے؟ اور غذائی قلت کی بنا پر تحدید نسل کے لئے یہ سارے پاپڑ بیلنے کے کیا معنی؟

واضح رہے کہ حدیث میں تخلقوا باخلاق اللہ فرمایا گیا ہے اتصفوا بصفات اللہ نہیں کہا گیا ہے اس لئے مشابہت کا حکم اخلاق اللہ تک ہی محدود رکھنا چاہیئے۔ خالق ہونا، مُصَوِّر ہونا، واحدلا شریک ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں نہ کہ اخلاق۔ اس نکتے کو اگر سمجھ لیا جائے تو مذکورہ بالا غلط فہمی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث نمبر۱ اور نمبر۳ میں بظاہر یہ تعارض معلوم ہوتا ہے کہ حدیث نمبر۱ کا منشا یہ ہے کہ اس تصویر والے گدے کو آپ نے استعمال ہی نہیں فرمایا لیکن روایت نمبر۳ سے پتہ چلتا ہے کہ اس تصویر والے پردے کو تکیے کی شکل میں آپ نے استعمال کر لیا تھا لیکن یہ کوئی ایسا تعارض نہیں ہے جو رفع نہ ہو سکے۔ اصل میں اس پردے کی قطع و برید اس طرح ہوئی تھی کہ تصویر اپنی اصل ہیئت پر باقی نہیں رہی تھی۔ اس کی مزید وضاحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔

حدیث ۴:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل آئے۔ انہوں نے کہا کہ میں گذشتہ رات آیا تھا لیکن چند وجوہ کی بناء پر مکان میں داخل نہیں ہو سکا۔ (۱) مکان کے دروازے پر تصاویر تھیں (۲) گھر کے اندر تصاویر والا پردہ لٹکا ہوا تھا (۳) گھر میں کتّا بھی موجود تھا۔

دروازے پر جو تصویر نصب ہے اس کا سر قلم کر دیا جائے تاکہ وہ درخت کے حکم میں ہو جائے تصویر والے پردے کی قطع و برید کر دی جائے اور اس کے دو تکئے یا دو گدے بنا دیئے جائیں

ؔ بعض اہل ثقافت نے کتے کی نجاست کو بھی نزاعی مسئلہ بنا ڈالا ہے۔ اس سلسلے کی احادیث کی تشریح بھی کسی مناسب موقع پر عرض کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

جو استعمال میں آسکیں۔ اور کتے کو گھر سے باہر نکال دیا جائے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۹۲ بحوالہ ترمذی۔ ابن حبان، نسائی)

اس روایت کی تفصیلات سامنے آجانے کے بعد حدیث نمبر ۱ اور حدیث نمبر ۴ کے سمجھنے میں کوئی الجھن باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث ۵ :۔ عن انس قال کان قرام لعائشۃؓ سترت به جانب بیتھا فقال لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیطی عنی فانه لایزال تصاویره تعرض لی فی صلاتی (صحیح بخاری مع فتح الباری مصری جلد ۱۰ ص ۳۲۱)	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے اپنے مکان کے ایک حصے کو ڈھانپ رکھا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پردے کو ہٹا دو۔ اس کے نقش و نگار نماز میں میری توجہ کو مشغول کرتے رہتے ہیں۔

روایت نمبر ۳ اور اس روایت کے بارے میں یہ الجھن پیش کی جاتی ہے کہ سابقہ روایت میں تصریح ہے کہ آپ نے گھر میں تشریف لانے سے قبل ہی تصویر والے پردے پر تنبیہ اور نفرت کا اظہار فرما دیا تھا لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ گھر میں تشریف لائے اور نماز ادا کرنے کے لیے آپ نے اپنی خفگی ظاہر کی۔

معمولی سے غور و فکر سے یہ الجھن دور ہو سکتی ہے۔ ان دونوں روایات میں عہد نبوی کے الگ الگ دو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حدیث نمبر ۵ میں "تصاویر" سے بے جان اشیاء کے نقش و نگار مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ نقش و نگار کسی قسم کے ہوں ان سے نمازیوں کا دھیان بٹ سکتا ہے۔

اس مفہوم کی تائید اس سے ملتی جلتی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے نقش و نگار والی چادر میں نماز پڑھی۔ نماز کی حالت میں نقش و نگار پر آپ کی نگاہ پڑ گئی۔ آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ یہ چادر ابوجہم کو واپس کر دو اور ان سے دوسری چادر

لے آؤ۔ کیونکہ اس چادر نے نماز سے میری توجہ مشغول کر دی (مشکوٰۃ جلد ۲ بحوالہ بخاری، مسلم)

حدیث ۶۔ زید بن خالد اپنے استاد ابو طلحہ صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوتی ہے۔ زید کے شاگرد بسر کا بیان ہے کہ زید بن خالد علیل ہو گئے تو ہم ان کی عیادت کے لئے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے دروازے پر تصویر والا پردہ تھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی سے دریافت کیا، کیا زید بن خالد نے ہمیں پہلے ان تصاویر کے بارے میں خبر نہیں دی تھی یعنی اس سے قبل ممانعت کا حکم سنا چکے ہیں۔ اور اب خود اس کے خلاف عمل پیرا ہیں۔ خولانی نے جواب دیا، کیا تم نے ان کا یہ فقرہ نہیں سنا تھا "الا رقما فی ثوب" یعنی اگر کپڑے میں نقش و نگار اور بیل بوٹے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری مصری جلد ۱۰ ص ۳۲۱)

اس حدیث کے الفاظ "الا رقماً فی ثوب" سے بعض اہل علم کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ مجسمے حرام ہیں لیکن غیر مجسم جاندار کے نقوش و تصاویر مباح نہیں۔ تابعین میں سے قاسم بن محمد کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے لیکن جمہور علمائے امت نے اس مسلک کو انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض راویوں سے قاسم بن محمد کا مسلک متعین کرنے میں غلط فہمی ہوئی ہے، حدیث ہذا (یعنی حدیث نمرقہ) جو مجسم اور غیر مجسم تصاویر کے امتیاز کو یکسر ختم کر دیتی ہے، اس کے ایک راوی قاسم بن محمد بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فیصلہ کن حدیث کے ہوتے ہوتے وہ اس کے خلاف کوئی دوسرا مسلک کیسے اختیار کر سکتے ہیں۔

امام نووی لکھتے ہیں۔

ہمارے ہم مسلک (شافعی المذہب) اہل علم اور دوسرے علماء امت نے جاندار اشیاء کی تصویر سازی کو خواہ یہ تعظیم و احترام کا پہلو اپنے اندر رکھتی ہو یا تحقیر و تذلیل کا انداز اس میں نمایاں ہو شدید حرام اور گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ احادیث میں اس پر شدید وعید سنائی گئی ہے۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالےٰ کی صفت خالقیت سے مشابہت پائی جاتی ہے ۔

یہ تصویر سازی، لباس، پردے، بستر، برتن، درو دیوار اور درہم و دینار (روپے پیسے) جہاں کہیں بھی پائی جائے گی معصیت شمار ہوگی۔ ہاں درخت اور دوسری غیر ذی روح اشیا کی تصویر سازی جائز ہوگی۔

یہ تو اصل تصویر سازی کے بارے میں شرعی حکم تھا۔ باقی رہا ایسی اشیاء کا استعمال جن میں تصاویر بنائی جا چکی ہیں تو اس بارے میں واضح مسلک یہ ہے کہ جہاں کہیں تعظیم و احترام کا پہلو نکلتا ہو مثلاً دیواروں پر آویزاں کرنا، نمایاں جگہ نصب کرنا۔ ایسا لباس یا عمامہ استعمال کرنا جس سے تصویر کی شان دوبالا ہوتی ہو تو وہ جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ایسی چیزوں میں تصاویر ہوں جو پامال ہوتی رہتی ہیں اور وہاں عزت و توقیر کے بجائے تحقیر و تذلیل کا پہلو نمایاں ہو تو ان کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (شرح مسلم نووی جلد ۲ ص ۱۹۹)

اس تفصیل سے ان تمام روایات کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے جن میں بظاہر تعارض کی شکل نظر آتی ہے۔

اس مسلک کی بنا پر حدیث نمبر ۱ کے مفہوم کو متعین کرنے میں کچھ الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس میں زیادہ ترو عید بنانے والوں کو آپ نے سنائی ہے۔ باقی رہا آپ کا گھر میں تشریف نہ لانا تو اس سے سدِّ ذریعہ کے طور پر کراہیت و نفرت کا اظہار مقصود تھا تاکہ تصویر بنانے اور اس کے استعمال کرنے کی وبا عام نہ ہونے پائے۔ واضح رہے کہ تعظیم و تحقیر کی بنیاد پر فرق و امتیاز کرنا تمام اہل علم کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔

ابن العربی مالکیؒ نے اہل علم کے چار مسلک لکھے ہیں۔

۱۔ غیر مجسم نقوش و تصاویر کا مطلقاً جواز

۲۔ تحقیر و تذلیل کا پہلو نمایاں ہو تو جائز ورنہ نہیں۔

۳۔ بہر صورت ناجائز

۴۔ اگر تصویر کا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے اجزا منتشر ہو گئے ہوں تو جائز ورنہ ناجائز۔

یہ چوتھا مسلک دلائل کے لحاظ سے زیادہ قوی اور صحیح ہے۔ (احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۸۹)

یہ آخری مسلک حدیث نمبر ۱ کے مفہوم سے واضح طور پر زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ اس سے کمتر دوسرا مسلک ہے جسے امام نووی نے اختیار کیا ہے اس کی گنجائش کسی نہ کسی حد تک مسند احمد کی ایک روایت کی بنا پر نکلتی ہے۔

ان دونوں مسالک میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جائے اس سے آج کل کی آرٹ نوازیوں اور فن کارانہ سرگرمیوں کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں نکل سکتی۔

باقی رہا پہلا مسلک تو یہ دلائل کے لحاظ سے انتہائی کمزور ہے بلکہ اس کو مذہب باطل قرار دیا گیا ہے (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۱۹) یہی مسلک قاسم بن محمد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس قسم کے شاذ اقوال کی پناہ لینا کبھی بھی سنجیدہ علمی حلقوں میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا ہے۔ اگر اس قسم کا طرزِ عمل درست مان لیا جائے تو پھر مجاہد تابعی کے قول کو بھی باور کرنا پڑیگا۔ انکے نزدیک پھلدار درخت کی تصویر بھی ناجائز ہے

جہاں تک صفت خالقیت سے شاہت کا تعلق ہے اس میں مجسم اور غیر مجسم دونوں قسم کی تصاویر یکساں ہیں، دونوں میں یہ علت مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے

اسی طرح اگر مشرکانہ رسم و رواج اور شخصیت پرستی کو وجہ حرمت قرار دیا جائے تب بھی یہ دونوں صورتیں برابر ہیں، دورِ جاہلیت میں مجسم اور غیر مجسم دونوں قسم کی تصاویر پوجی جاتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جس طرح بتوں سے خانہ کعبہ کو پاک و صاف کیا ہے اسی طرح بیت اللہ کے در و دیوار پر جو تصاویر منقش کی ہوئی تھیں ان کو بھی آپ نے پانی سے دھلوا دیا تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ ص ۲۱ اور البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۳۰۱)

اصل الفاظ یہ ہیں۔ کان فی الکعبۃ صُوَرٌ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمحوھا فبَلَّ عمر ثوبًا ومحاھا بہ ؛ خانہ کعبہ میں بہت سی تصاویر تھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے مٹانے کا حکم دیا، حضرت عمرؓ نے کپڑا تر کیا اور تصاویر کو مٹا ڈالا۔ ان میں سے بعض تصاویر میں حضرت ابراہیمؑ کو قسمت کے تیر ہاتھوں میں لئے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ (باقی آئندہ)

اقتباسات و تراجم

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب

روزہ اور اُس کی حکمتیں

ڈاکٹر سعید رمضان صاحب نے جنیوا میں جو مرکز اسلامی قائم کیا ہے اس کا تعارف میثاق کے صفحات میں کرایا جا چکا ہے۔ حال ہی میں اس مرکز نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کا ایک مقالہ WHY FAST? کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ یہ مقالہ مصنف نے ایسے انداز سے تحریر کیا ہے کہ نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے یہ خاص طور پر مفید ہوگا۔ اس لئے ہم اسے اردو میں منتقل کر کے میثاق میں شائع کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر

ماضی کی تمام تہذیبوں اور مذاہب نے اپنے ماننے والوں پر ہر سال کے کچھ روزے فرض کئے ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا، کیا یہ محض ضعیف الاعتقادی تھی یا اس کی واقعی کچھ افادیت بھی تھی۔ ہم ایک ایسے دور میں رہ رہے ہیں جس میں تعلیم کے مواقع امیر و غریب ہر شہری کو میسر ہیں۔ اور حکومتوں کی جانب سے ہمارے لئے اپنے روحانی فرائض ادا کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ روزہ کا قدیم فریضہ کیا اب بھی سوسائٹی کی بھلائی کا کوئی پہلو رکھتا ہے؛ اس طرح کا مطالعہ ایک مسلمان کے لئے خاص طور پر ضروری ہے کیونکہ نہ صرف عقل اسے چاہتی ہے بلکہ قرآن بھی جو اسلام کی بنیاد ہے، اس کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کے احکامات میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں جس کے ساتھ قرآن نے غور و فکر اور تدبر و تعقل کی دعوت نہ دی ہو تاکہ انسان یہ یقین حاصل کر سکے کہ وہ حکم خود اسی کی بہتری

کے لئے ہے ۔ قرآن نے بار بار باپ دادا کی روایات کی اندھی تقلید سے روکا ہے اور آدمی کو آزادانہ غور کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو ۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ چوپایوں کی طرح اپنے داعیات کا غلام بن کر نہ رہ جائے بلکہ خدا کی عطا کردہ عقل جو اسے تمام چوپایوں سے ممیز کرتی ہے کا حق ادا کرے اور ان احکامات پر سوچ سمجھ کر عمل کرے ۔ اسی طرح اسے کسی حقیقی یقین کے بغیر عقیدہ برائے عقیدہ سمجھ کر یا مذہب کو عقل سے جدا کر کے بھول بھلیوں میں نہیں پڑنا چاہیئے ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ افراد کے مزاج میں اختلاف ہوتا ہے ۔ تمام آدمی کسی ایک ہی چیز کے متمنی نہیں ہوتے ۔ ایک دنیا دار کوئی کام کرنے سے پہلے یہ یقین حاصل کرتا ہے کہ اس میں اسے کچھ مادی فائدہ ہوگا ۔ اس کے برعکس ایک درویش صرف روحانی فوائد اور آخرت کی نجات کا متلاشی ہوتا ہے ۔ اسے کسی مادی فائدہ سے زیادہ غرض نہیں ہوتی ۔ ان دونوں قسم کے انتہا پسندوں کی تعداد بہر حال کم ہے ۔ انسانیت کا سوادِ اعظم اس مادی دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود کا خواہشمند ہے ۔ اسلام انسان کی ان دونوں ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے ۔ قرآن ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو یہ دعا کرتے ہیں " اے اللہ ہمیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر" اور یہی وہ نصب العین ہے جو اسلام ان میں پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ روزہ بھی اسی قرآن نے فرض قرار دیا ہے ۔ اس وجہ سے اب ہمارا یہ کام رہ جاتا ہے کہ ہم معلوم کریں کہ روزے میں کون سی مادی منفعت اور اخروی فلاح موجود ہے ۔ مزید برآں انسان محض ایک طبیعی جسم ہی نہیں ہے بلکہ اس میں روح بھی موجود ہے اور اس وجہ سے جسم اور روح میں سے کسی ایک ہی کا ارتقاء توازن کو بگاڑ دے گا ۔ انسان کی بھلائی کے لئے ضروری ہے کہ جسم و روح دونوں کا حسین امتزاج ہو اور ان دونوں میں ہم آہنگی ہو ۔ اگر ہم محض روح کے تقاضے پورے کریں تو ہو سکتا ہے کہ ہم فرشتے بن جائیں یا فرشتوں سے بھی آگے نکل جائیں لیکن اللہ تعالے کو فرشتوں کی تعداد میں اضافہ مقصود نہیں ہے ۔ اسی طرح اگر ہم اپنی تمام قوتوں کو مادی فلاح اور ذاتی مفاد میں کھپا دیں تو ہم شاید درندے بن جائیں اور ہو سکتا ہے ان سے بھی دو قدم آگے نکل جائیں لیکن خدا نے اس مقصد کے لئے ایک مخلوق پہلے ہی سے پیدا کر رکھی ہے ۔ درندے بن کر ہم انسان کی تخلیق کے مقصد

کو ختم کر رہے ہوں گے۔ انسان کو روحانی اور مادی ثمرات حاصل کرنے کی صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں، اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل بھی دی گئی ہے اس وجہ سے انسان کو خدا کی عطا کردہ تمام صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنی چاہئیے قبل اسکے کہ ہم معلوم کریں کہ روزے کے تحت کون سے اصول کارفرما ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئیے کہ قرآن میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کیا گیا ہے

روزہ اور قرآن | قرآن میں روزے کے متعلق یوں ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ ایاما معدودات۔ فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ○ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون ○

(بقرہ ۱۸۳ - ۱۸۵)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ شاید کہ تم پرہیزگار بنو۔ یہ مقرر دنوں کے روزے ہیں اور تم میں سے جو مریض یا مسافر ہو اس کے لئے دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرنا ضروری ہے اور جو لوگ فدیہ دے سکیں ان کے لئے مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ لیکن جو شوق سے نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم جانو تو روزہ رکھنا تمہارے لئے اچھا ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو فرقان ہے پس تم میں سے جو یہ مہینہ پائے تو وہ اس کے روزے رکھے اور تم میں سے جو مریض یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا یہ حکم اس لئے ہے کہ تم شمار پورا کرو اور خدا نے تمہیں جو ہدایت دی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور تاکہ تم اس کا شکر کرو۔

ابتدائی آیت ہی میں یہ بتایا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی روزہ موجود ہے۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ دوسرے مذاہب اس بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ اسلام کے ساتھ یہ موازنہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

روزہ دوسرے مذاہب میں اسلام کا یہ دعوےٰ ہے کہ یہ وہی دین ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے بار بار بھیجا جاتا رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہ مقصد رہا ہے کہ انسانوں کو ابدی حقائق سے روشناس کرایا جائے۔ اور اس دین میں جو تحریفات کی گئی ہیں ان سے اسے پاک کیا جائے۔

صابی مذہب حضرت ابراہیم عراق کے صابیوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے حاران کے صابی جو چاند کی پرستش کیا کرتے تھے، تیس دن کے روزے رکھتے تھے[1]۔ ان روزوں میں صبح سے شام تک کچھ کھایا پیا نہ جاتا تھا۔ قرآن مجید نے سورج یا چاند کی پرستش سے روک کر صرف اس ہستی کی عبادت کا حکم دیا جس نے یہ سورج اور چاند بنائے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصل دین یا حنفیت کا احیاء کر کے ایک ماہ کے روزوں کا حکم دیا ہے۔

یہودیت یہودیوں میں پرہیزگار لوگ پیر اور جمعرات کو روزہ اس لئے رکھا کرتے تھے کہ ان کے خیال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام دو شنبہ کو طور پر گئے اور جمعرات کو واپس آئے۔ اسلام نے بھی ان دو دنوں کے نفلی روزے رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ یہودی تشری ماہ کی دسویں تاریخ کو بھی فرعون سے نجات حاصل کرنے کی یاد میں چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھتے تھے۔ مسلمانوں میں دسویں محرم جسے عاشورہ بھی کہا جاتا ہے کا نفلی روزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (اس کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں) چونکہ چوبیس گھنٹوں کا روزہ بہت سخت تھا، اس وجہ سے اس میں اعتدال پیدا کر کے طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ بڑی تعداد میں لوگ روزہ رکھ سکیں۔

عیسائیت عیسائی لنٹ (LENT) کے چھ ہفتوں کے روزے رکھا کرتے تھے جن میں اتوار کو چھٹی ہوتی تھی یعنی کل ۳۶ دن۔ یہ روزے وہ اپنے گناہوں کے کفارے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یاد میں رکھتے تھے۔ اس طرح وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے سال کے دسویں حصہ کے روزے رکھ لئے ہیں۔ اسی طرح کا

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجز اینڈ ایتھکس جلد ۵ ص ۷۶۲

عُشر وہ مذہبی ٹیکس کی حیثیت سے املاک اور ماکولات و مشروبات پر بھی ادا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے پورے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ایسا ہے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے" یہ بھی ۳۶ دن ہوتے ہیں اور قرآن میں ہے جو دنیا میں ایک نیکی کرے گا آخرت میں اسے دس گنا ملے گا" (قمری مہینے میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اور قمری سال ۳۵۴ دنوں کا ہوتا ہے۔ اگر ہم ایک سال ۲۹ + ۶ = ۳۵ روزے رکھیں اور دوسرے سال ۳۰ + ۶ = ۳۶ روزے رکھیں تو آخرت میں دونوں کا دس گنا اجر ۳۵۰ اور ۳۶۰ دنوں کا ہوگا جو کہ حقیقت میں مسلمانوں کے پورے قمری سال کے برابر ہے۔ عیسائی شمسی سال کی پابندی کرتے ہیں اس وجہ سے ان کے لئے صورت واقعہ یہ نہیں ہے کیونکہ لنٹ کے روزوں کا دس گنا ۴۰۰ دن بنتے ہیں جب کہ سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں) اس سے اس بات کا ثبوت مہیا ہو جاتا ہے کہ روزوں کا حکم دراصل وہی ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے، روزہ ہندو مت، بدھ مت اور دوسرے مذاہب میں بھی ہے لیکن بظاہر ان تمام مذاہب میں عام لوگ اس طرح روزہ نہیں رکھتے جیسے مسلمان رکھتے ہیں۔

روزے کے متعلق جو آیات اوپر نقل کی گئی ہیں ان کا اندازِ کلام بھی قابلِ غور ہے کیونکہ فرمایا ہے لعلکم تتقون (شاید کہ تم پرہیزگار بنو) اور لعلکم تشکرون (شاید کہ تم شکرگزار بنو) آخر یہ غیر یقینی انداز کیوں ہے صاف صاف یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ ایسا ہوگا۔ یہ قرآن کا مخصوص انداز ہے جو ہمیں قرآن میں کئی مقامات پر ملے گا۔ اس سے کم سے کم دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ خدا قادرِ مطلق ہے، وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، ہماری عبادت کی وجہ سے وہ اس کا پابند نہیں ہے کہ ہمیں وہی کچھ بنا دے جیسا بننے کی ہم آرزو کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان خود مختار ہے۔ خدا قرآن کے ذریعے سے رہنمائی کرتا ہے، اسے سیکھنا یا نہ سیکھنا انسان کا اپنا کام ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں روزے کے اثرات کے متعلق جو دلیل دی گئی ہے اس کی وجہ سے ممکن ہے بعض پڑھنے والے متقی بن جائیں اور دوسرے ہٹ دھرمی پر قائم رہیں۔ دوسری آیت میں شکر کے لفظ سے کئی باتیں نکلتی ہیں مثلاً شکر محض روزے کے ظاہری پہلو کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں ہے روزہ میں نمود و نمائش اور دوسری برائیوں سے اجتناب بھی ضروری ہے۔ خدا کا شکر گزار بندہ بننے اور اس

حیثیت میں اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے روزے کے سوا دوسرے طریقوں پر دیانت داری کے ساتھ عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں تیسرا نکتہ۔ اسلامی قانون کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ضروری رعایتیں بھی موجود ہیں۔ بیماروں کے علاوہ مسافروں کو بھی یہ رعایت حاصل ہے کہ اگر وہ رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو قضا روزے رکھ لیں۔ ہم خدا کے فائدے کے لئے روزے نہیں رکھتے بلکہ اپنی بھلائی کے لئے روزے رکھتے ہیں اگر بیماروں پر روزوں کی پابندی عائد کی ہوتی تو یہ اگر قبل از موت نہیں تو ان کی بیماری میں اضافہ کا باعث ضرور ہوتی۔ اسلام میں سختی کے بجائے نرمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام کے ماننے والوں کی بہت بڑی تعداد اسلامی اصولوں کی پیروی کرتی ہے۔

روزے کے اقسام بعض اوقات مثلاً رمضان کے مہینے میں ہر عاقل و بالغ پر روزہ رکھنا فرض ہوتا ہے، بعض اوقات روزہ کی فرضیت صرف ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جن سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو۔ مثلاً قسم توڑنے کے کفارہ کے طور پر روزے رکھنے کا حکم ہے بعض اوقات روزہ رکھنا صرف ایک نفلی عبادت ہوتا ہے۔ اس کے نہ رکھنے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ شوال کے چھ روزے نفلی ہیں۔ نبی صلعم نے بعض مواقع مثلاً عیدین پر روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے۔ آپ نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ لگاتار کئی دنوں کے روزے رکھے جائیں۔ آپ کا ارشاد ہے "تمہاری ذات کا بھی تم پر حق ہے" ہمارا جسم ہمارا نہیں بلکہ یہ خدا کا ہے خدا نے یہ ہماری حفاظت میں دیا ہے اور ہم ہی اس کی بہتری کے ذمہ دار ہیں۔

عیسائیوں میں اس معاملے میں پادریوں اور عام آدمیوں میں امتیاز کیا گیا ہے۔ پادری اب بھی کسی نہ کسی حد تک روزے رکھتے ہیں لیکن عام آدمی ان سے مستثنیٰ ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں کام کرنے والوں مثلاً طالب علم، استاد یا تاجر وغیرہ پر روزہ رکھنا لازم نہیں۔ یہودیوں میں چوبیس گھنٹے کے روزے کا حکم ہے چنانچہ اسی سختی کی وجہ سے ان میں بہت ہی کم لوگ روزہ رکھتے ہیں۔

روزوں کا زمانہ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا سال شمسی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے روزے ہر سال ایک ہی موسم میں آتے ہیں۔ مسلمان قمری تقویم کی پابندی کرتے ہیں اس وجہ سے رمضان کا مہینہ باری

باری سال کے ہر موسم میں آتا ہے ان دونوں میں سے کون بہتر نظام ہے۔ ہمارے کرۂ ارض کی آب و ہوا ہر جگہ یکساں نہیں۔ آدمی کو گرمی یا سردی ہر چیز کی زیادتی برداشت کرنی ہوتی ہے۔ گرمی اور سردی کی شدت کا احساس مختلف خطوں میں مختلف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر موسم سرما کہ میں بہت ہی خوشگوار موسم ہے۔ جب کہ قطبین کے قریب (کینیڈا اور شمالی یورپ) ایسا نہیں ہوتا۔ گرما قطبین کے نزدیک بہترین موسم ہے جب کہ خطِ استواء کے قریبی علاقوں اور ریگستانوں میں یہ موسم کسی صورت میں بھی خوشگوار نہیں ہوتا۔ بہار میں اعتدال ہے لیکن خطِ استوا کے قریب کے بیشتر ممالک (مثلاً جنوبی ہند) اس سے آشنا نہیں ہیں۔ یہاں صرف تین موسم — سرما، گرما اور برسات ہوتے ہیں۔ اگر روزوں کا ایک موسم مقرر کر دیا جائے تو یہ بات ایک عالمگیر مذہب کے مزاج کے خلاف ہوگی کیونکہ اس طرح بعض لوگوں کے لئے مستقل آسانی اور دوسروں کے لئے مستقل مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ یا بعض دوسرے علاقوں کے رہنے والوں کے لئے کئی دوسری دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ اگر روزوں کا زمانہ بدلتا رہے تو آسانی اور مشکلات ہر علاقے میں باری باری آتی رہیں گی اور کسی کو بھی قانون ساز سے شکایت نہ ہوگی۔ مزید براں روزوں کے موسم میں تبدیلی کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان تمام موسموں میں روزہ رکھنے کا عادی ہو جائے۔ سخت سردیوں اور تپتی ہوئی گرمیوں میں کھانے پینے سے اجتناب کی یہ عادت مومن میں برداشت کی ایسی قوت پیدا کرتی ہے جو مختلف شکل میں واقع پر مثلاً جنگ میں محاصرہ کے وقت جب سامانِ رسد کی قلت ہو جاتی ہے یا غلہ کے تاجروں یا واٹر ورکس کے ملازمین کی ہڑتال کی صورت میں ان کے کام آتی ہے۔

جن لوگوں نے دوسرے ممالک کا سفر کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک وقت میں ہر جگہ موسم ایک ہی جیسا نہیں ہوتا۔ میں یہ سطور جنوری میں لکھ رہا ہوں۔ ریڈیو اعلان کر رہا ہے کہ فرانس کے بعض حصوں میں درجۂ حرارت منفی ۱۰ درجے ہے اور ارجنٹائن میں مثبت ۱۰ ہے۔ خطِ استواء کے شمال اور جنوب کے علاقوں میں بھی موسم مختلف ہوتا ہے۔ شمالی نصف کرے میں جب سردیاں ہوتی ہیں تو جنوبی نصف کرے میں گرمیاں۔ فرض کیجئے کہ اسلام نے جنوری میں روزے رکھنے کا حکم دیا ہوتا تو ایک علاقے کے مسلمان مسلسل سردیوں میں روزہ رکھتے اور دوسرے علاقہ کے مسلسل گرمیوں میں۔ اگر اسلام نے سردیوں میں روزہ

رکھنے کا حکم دیا ہوتا تو کچھ جولائی میں رکھتے کچھ جنوری میں۔ اس سے یکسانیت کا فقدان ہونا۔ جنوری میں ۲۹ دن روزے رکھنے کے بعد جب میں چند گھنٹوں کے ہوائی سفر کے بعد جنوبی افریقہ پہنچتا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہتی کہ وہاں کسی مسجد میں نمازِ عید کا اہتمام نہ ہوتا کیونکہ وہاں روزوں کا مہینہ نہ ہوتا ——— اس کے علاوہ ایسی صورت میں میں روزے رکھنے سے بھی پوری طرح بچ سکتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ دسمبر کے آخر میں میں پیرس سے ایک مہینے کے لئے جنوبی افریقہ چلا جاؤں (جہاں جنوری میں روزوں کا مہینہ نہیں ہوگا) اور فروری میں اس بات کا خیال کئے بغیر کہ وہاں جولائی میں روزے ہوں گے پیرس واپس آجاؤں۔

دوسرے الفاظ میں کوئی عالمی مذہب اپنے پیروؤں کو مشکلات و تکالیف سے دوچار کئے بغیر شمسی تقویم کے مطابق روزوں کا حکم نہیں دے سکتا۔ البتہ علاقائی مذاہب کے لئے شمسی تقویم کے مطابق روزہ رکھنا ٹھیک ہے حالانکہ یہ بھی مختلف موسموں میں روزہ رکھنے کے فوائد سے محروم رہیں گے۔ اس سے واضح ہوا کہ صرف قمری تقویم ہی معاشرہ کے مفاد کے پیشِ نظر بہترین اور انتہائی معقول ہے اور ایک عالمی مذہب کے لئے صرف یہی ایک عملی حل بھی ہے۔

روزے کا مقصد اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اسلام آدمی کی دونوں جہانوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے اسلام کی تعلیم کے مطابق آخرت میں بلا استثناء ہر فرد کے متعلق فیصلہ صادر کیا جائے گا جو اس عمل کی بنیاد پر ہوگا۔ جو اس نے دنیا میں سرانجام دیا ہو۔ اس دن کامیاب و کامران وہی ہوگا جسے اللہ رب العزت کی رضا حاصل ہوگی۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے آدمی جسم بھی رکھتا ہے اور روح بھی۔ اس لئے ہم اپنے مطالعہ میں روزے کے روحانی و مادی اثرات کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ نیت کی اہمیت۔ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ہر تہذیب میں قتل عمد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تمام مذاہب ایسے قاتل کو جہنم کی وعید سناتے ہیں لیکن دوسری طرف بے گناہ مقتول کو شہادت پانے کی بنا پر جنت کا مستحق سمجھا جاتا ہے اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ظالم کے خلاف ایک برحق مقصد کے ساتھ تعاون کرنا فرض ہے جو شخص ظالم کے ظلم کو دفع کرے اسے دنیا و آخرت دونوں کے انعامات کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو ان دونوں قسم کے معاملات میں آخر نیت کے سوا کونسا اختلاف ہے؟

اب روزے کی حقیقت پر غور کیجئے ایک شخص جو ڈاکٹر کی ہدایت پر فاقہ کرتا ہے کیا اس کا یہ فاقہ اس روزہ کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے حکم کے مطابق اور صرف اسی کی خاطر رکھا جاتا ہے؟ خدا ہمارا خالق و مالک ہے۔ وہ ہمیں موت کے بعد زندگی عطا کرکے اس دنیا کے اعمال کا حساب لے گا جس شخص نے اس کی اطاعت کی ہوگی وہ اس کی خوشنودی حاصل کرے گا۔ چاہے اس نے خدا کے احکام کی پوشیدہ حکمتیں نہ سمجھی ہوں۔ روزہ چونکہ الٰہی قانون کے مطابق ہی مذہب نے فرض قرار دیا ہے اس لئے روزہ رکھنے کے نتیجہ میں خدا کی رضا لازماً حاصل ہوگی سوچا جائے تو خدا کی رضا کی نسبت سے دوسرا کون سا روحانی یا مادی فائدہ زیادہ اہم ہو سکتا ہے۔ مادی محرکات اور نمود و نمائش کی قسم کی چیزیں نیت کو خالص نہیں رہنے دیتیں اس لئے روزہ تمام تر خدا کی خوشنودی کے لئے اور اس کے احکام کی تعمیل ہی میں ہونا چاہیئے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (بخاری)

۲۔ روحانی پہلو:۔ تجربہ شاہد ہے کہ ایک نابینا عموماً قوی حافظہ کا مالک ہوتا ہے اور اس کے بعض حواس ایک بینا آدمی کی نسبت زیادہ نشوونما پا جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر ایک صلاحیت کو استعمال میں نہ لایا جائے تو وہ دوسری صلاحیتوں کو مضبوط کرنے کا باعث ہوگی۔ روح اور جسم کا بھی یہی تعلق ہے جسم کو کمزور کرنے سے روح طاقت حاصل کرتی ہے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ٹہنیاں تراش دینے کے نتیجہ میں درخت پر پھل اور پھول زیادہ لگتے ہیں۔

جب آدمی روزہ سے ہوتا ہے تو برے کام پر اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے اس طرح وہ مختلف ترغیبات کا زیادہ بہتر طریقے سے مقابلہ کر سکتا ہے پھر روزہ رجوع الی اللہ کی عادت اور طبیعت میں خیرات کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور آدمی کو خدا کی اطاعت کی چاشنی محسوس کراتا ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے انسان کو اپنی صورت[۱] پر بنایا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (خدا کے نقشہ کے مطابق اور خدائی نقشہ سے زیادہ خوبصورت کیا نقشہ ہو سکتا ہے[۲]) اس لئے

---

[۱] یہ بات قرآن کی آیت لیس کمثلہ شیء میں بتائے ہوئے تصور خدا سے متعارض نہیں ہے۔ منہ

[۲] یہ مطلب مصنف نے لیا ہے مترجم کے نزدیک اس آیت کا مفہوم ذرا مختلف ہے۔

انسان کو بھی اسی خدائی نقشہ کے مطابق بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خدا کی ایک صفت قرآن مجید میں یہ بیان ہوئی ہے کہ "وہ کھلاتا ہے لیکن اسے نہیں کھلایا جاتا" آدمی جب روزہ رکھتا ہے تو خدا کی اس صفت کی ایک جھلک اس میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ذاتی ضروریات سے پرہیز کرتا ہے۔ دوسروں پر خرچ کرتا ہے، غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے، مصیبت زدوں کی امداد کرتا ہے اس طرح کے کام اس میں ملکوتی صفات کا احساس پیدا کر دیتے ہیں جس کا بیان تو ممکن نہیں لیکن اس کا تجربہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی کمزوری سے گناہ کر لیتا ہے بعد میں جب اس کا ضمیر اس کی غلطی واضح کر دیتا ہے تو وہ توبہ کر لیتا ہے۔ جرم چاہے جسمانی ہو یا روحانی اس کی سزا ضرور ہوتی ہے یہ بھی تجربہ ہے کہ جب ایک گنہ گار توبہ کے لئے اپنے جسم کو تکلیف پہنچائے تو غلطی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ تکلیف برداشت کرنے کی نسبت وہ اطمینان پائے گا۔ زندگی کو قائم رکھتے ہوئے اگر آدمی کھانے پینے جیسی بنیادی ضروریات کو پورا نہ کرے تو اس سے بڑھ کر اپنے آپ کو کون سی اذیت دے سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اٹھارھویں صدی کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ آپ چوٹی کے عالم اور بہت بڑے صوفی تھے۔ انہوں نے فلسفۂ اسلام پر بہت سی قیمتی کتابیں چھوڑی ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں روزے کے روحانی پہلوؤں پر انہوں نے نہایت گہری باتیں لکھی ہیں ہم ان کا ترجمہ یہاں پیش کرتے ہیں۔

"چونکہ حیوانیت کی زیادتی ملکوتی خصائص کے ظہور میں مانع ہوتی ہے اس لئے آدمی کو حیوانیت پر غلبہ پانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حیوانیت کا اضافہ چونکہ کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑنے سے ہوتا ہے اس لئے روزہ وہ مقصد پورا کرتا ہے جو خوراک کی زیادتی پورا نہیں کرتی۔ حیوانیت پر غلبہ پانے کا طریقہ اس کے اسباب کو روکنے میں مضمر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو آدمی میں ملکوتی صفات کا ظہور چاہتے ہیں۔ کھانا پینا کم کرنے میں متفق ہیں، مذاہب کے اختلاف اور ملکوں کی دوری کے باوجود دنیا بھر کے لوگوں میں اس نسخہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ مزید براں (باقی برصفحہ ۶)

تاریخ و سیر

مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی

حضرت عمرؓ کا طریق شوریٰ

(" اس مضمون کی تیاری میں الاستاذ بہی الخولی کے ایک مضمون سے کافی مدد لی گئی ہے" ض)

سلطنت کسریٰ کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سخت پیچیدگی اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ مفتوحین کے مال و دولت یعنی زر و جواہر، گھوڑے اور دوسرے جانوروں کی طرح غازیوں نے ان کی زمینوں کو بھی مالِ غنیمت کی حیثیت دی اور حکومت سے ان پر قبضہ حاصل کرنے کی اجازت چاہی۔ اموال کے متعلق تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی تصریح کے مطابق فیصلہ کیا کہ خمس لے کر بقیہ چار حصے مجاہدین میں بانٹ دیئے جائیں:۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علیٰ کل شئ قدیر (انفال ۴۱)

اور جان لو کہ جو تم کو غنیمت کے قسم کی چیز ملی ہے اس کا پانچواں حصہ، اللہ، رسول کے قرابت داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے فیصلہ کے دن اتاری جس دن کہ دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

زمین کے متعلق ان کا خیال تھا کہ اسے تقسیم کرنے کے بجائے حکومت کی ملکیت میں دے دیا جائے، اور پرانے مالکوں کے قبضہ میں اسے باقی رکھ کر ان سے اس کا خراج لیا جائے۔ یہ خراج کا مال سرحدوں اور

مفتوحہ شہروں کے منتظمین اور محافظین پر صرف کیے جانے کے بعد عامۂ مسلمین میں تقسیم کر دیا جائے لیکن اکثر صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا کیونکہ ان کے نزدیک زمین فئی کی حیثیت میں داخل ہے اس لیے اسے مستحقین میں بانٹ دینا ہی بہتر تھا۔

مگر حضرت عمرؓ کا انداز فکر یہ تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں محافظ پولیس متعین کرنا ضروری ہوگا اور لامحالہ انھیں تنخواہیں دینی ہوں گی اس لیے اگر زمین تقسیم کر دی جاتی ہے تو سرحدوں کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ مال و دولت کو ہیر پھیر کے صرف مالداروں کے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھائیں، اس لیے اگر فارس، عراق، شام اور مصر وغیرہ دور دراز علاقوں کی وسیع زمینیں صرف چند ہزار صحابہ میں تقسیم کر دی جاتی ہیں تو وہ بیش بہا دولت و ثروت کے مالک ہو جائیں گے اور بعد میں مسلمان ہونے والوں کے لیے کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف تو عیش کی فراوانی اور دولت کی بہتات ہوگی اور دوسری جانب شدید فقر و فاقہ اور عسرت و تنگی۔ اس صورت حضرت عمرؓ کا ذہن کسی طرح قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔

جو لوگ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے ان کی تائید میں کتاب و سنت کے اشارات اور شواہد موجود تھے اس لیے وہ کہتے تھے کہ اس حلال ثروت کی گنجائش تو خود خدا نے دے رکھی ہے اس قسم کی زمین فئی کی حیثیت میں شامل ہے اور اس سے پیشتر خود آنحضرت صلعم اسے تقسیم کر چکے ہیں۔

حضرت عمر جب اس مسئلہ کی وجہ سے سخت پریشان تھے تو آپ نے صحابہ کے مجمع میں بتایا کہ سعد بن وقاصؓ نے عراق سے انھیں خط لکھا ہے کہ وہاں کے لوگ مال غنیمت اور فئی کی زمین تقسیم کرانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

بعض حاضرین: "تو پھر آپ انھیں کیوں نہیں جواب دے دیتے کہ وہ فئی کی زمین تقسیم کر دیں۔"

حضرت عمرؓ: "اگر زمین تقسیم کر دی جاتی ہے تو وہ وراثت میں باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہے گی اور آئندہ مسلمانوں کا نہ جانے کیا حال ہوگا۔ یہ بھی کوئی فیصلہ ہوا؟"

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ: "آخر فیصلہ کیا ہوگا؟ زمین کی حیثیت فئی کے سوا اور کیا ہے؟"

حضرت عمرؓ: "بیشک تمہارا کہنا ٹھیک ہے مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ اس

قسم کی فتوحات نہ ہوں گی اس لیے تمام مسلمانوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اور اگر زمین تقسیم کردی جاتی ہے تو سرحدوں کی حفاظت کس طرح ہوگی نیز مفتوحہ علاقوں کے غریبوں، محتاجوں، بیواؤں اور آئندہ نسلوں کا کیا بنے گا؟"

عام مجمع سے یہ صدا سنائی دیتی ہے کہ "فئی کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کی بدولت ہمیں بخشا ہے آپ انھیں جنگ میں نہ شریک ہونے والوں اور ان کی اولاد و احفاد کو کس طرح دے سکتے ہیں"۔

حضرت عمرؓ کو اس کیفیت سے سخت تردد اور حیرت ہوتی ہے اور وہ مہاجرین اولین اور پہلے پہل اسلام قبول کرنے والے اکابر صحابہ سے اس معاملہ میں، مشورہ کرتے ہیں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں :۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ : "میری رائے میں لوگوں کا حق انھیں دے دینا چاہیے"۔

علیؓ : "امیرالمومنین! آپ کی رائے صائب ہے"!

زبیر بن عوامؓ : "نہیں۔ اللہ نے ہماری تلواروں کے ذریعہ جو فئی ہمیں دی ہے اسے تقسیم کردینا چاہیے"۔

عثمان بن عفانؓ " امیرالمومنین کا فیصلہ درست ہے"۔

بلالؓ : "نہیں اور خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ ہم خدا کے حکم کو اس کے بندوں پر نافذ کریں گے اور مالِ فئی مومنین میں تقسیم کردیں گے"۔

طلحہؓ :۔ "حق امیرالمومنین کی رائے کے ساتھ وابستہ ہے"۔

زبیرؓ :۔ "لوگو! خدا کی کتاب چھوڑ کر کہاں بھٹک رہے ہو"؟

عبداللہ بن عمرؓ :۔ "امیرالمومنین اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ امید ہے اس کے اندر امت کی بھلائی ہوگی"۔

بلالؓ :۔ (سخت غصہ میں بلند آواز سے) "خدا کی قسم اس امت پر کتاب الٰہی اور سنت نبویؐ کے علاوہ کوئی دوسرا حکم نہیں نافذ کیا جاسکتا"۔

عمرؓ : (انتہائی درد و کرب اور اضطراب کے عالم میں) "خداوندا، مجھے بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں کافی بنا"۔

یہ معرکہ بحث و جدال تین دن تک گرم رہتا ہے اور اس عقدہ کو حل کرنے میں لوگ سخت باتیں بھی کہہ دیتے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت عمرؓ کے دل میں یہ مبارک خیال پیدا ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کو وسیع کر کے مہاجرین کے ساتھ انصار کو بھی اس میں شریک کر لیا جائے چنانچہ انھوں نے اوس و خزرج میں ایک سے ۵-۵ اشخاص لیے اور ان کے سامنے اپنا مدعا اس طرح بیان کیا:-

"حضرات! میں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ جو امانت اور ذمہ داری آپ نے میرے سپرد کی ہے اس میں میرا بوجھ کم کریں اور ہاتھ بٹائیں۔ میں بھی آپ کا ایک معمولی فرد ہوں اور میری موافقت اور مخالفت کا حال آپ کو معلوم ہوگا۔ حاشا وکلا میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کے مطابق رائے دیں اور میری منشاء کی پیروی کریں۔ آپ کے پاس خدا کی کتاب موجود ہے اور وہ حق کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ خدا کی قسم جو بات میں نے کہی ہے اور جو چیز میں چاہتا ہوں اس سے بجز حق کے اور میرا کوئی مقصود و منشاء نہیں ہے۔"

انصار: "امیر المومنین ارشاد ہو"

حضرت عمرؓ:- "آپ حضرات کو ان لوگوں کی بات معلوم ہو چکی ہے جو سمجھتے ہیں کہ میں ان کے حقوق میں ظلم اور ناانصافی سے کام لے رہا ہوں۔ ظلم و ناانصافی سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اگر واقعی میں نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو اور ان کا کوئی حق کسی دوسرے کو دے دیا ہو تو مجھ سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھ رہا ہوں کہ کسریٰ کی سلطنت کی فتح کے نتیجہ میں جو اموال و اراضی ہمارے قبضہ میں آئے ہیں ان میں سے صرف مالوں کا ۴/۵ حصہ مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا جائے لیکن زمین کو ان کے مالکوں کے قبضہ میں باقی رکھا جائے، تاکہ وہ اس کا خراج ادا کریں۔ آپ سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ سرحدوں پر محافظ دستوں کا رہنا ضروری ہے۔ اور بڑے بڑے شہروں شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ، مصر ہر جگہ فوجوں کا رکھنا لازمی ہے۔ ان فوجیوں کی تنخواہوں کے لیے ایک معقول انتظام اور وظیفہ ناگزیر ہوگا۔ اس لیے اگر زمین تقسیم کر دی جاتی ہے تو ان لوگوں کے اخراجات کہاں سے پورے کیے جائیں گے؟"

تمام حاضرین :- (پرجوش لہجہ میں) "آپ صحیح فرماتے ہیں اگر سرحدوں اور شہروں میں فوجیں نہ رکھی گئیں تو یقین مانیے اہل کفر پھر ان پر مسلط اور قابض ہو جائیں گے۔"

حضرت عمرؓ کی زبان سے بارہا حق کی شہادت اور ترجمانی ہو چکی ہے اور ان کے دل پر اکثر خدا نے حق کو القا بھی کیا ہے۔ اس موقعہ پر بھی انہیں خدا نے بصیرت عطا کی۔ ان کا ذہن نور الٰہی سے چمک اٹھتا ہے اور فرماتے ہیں: "مجھے کتاب الٰہی سے اس کا ایک روشن ثبوت بھی مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

ما افاء الله علیٰ رسوله من اهل القریٰ	اللہ نے اپنے رسول پر گاؤں والوں کا جو مال لوٹایا ہے
فلله وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ	اس میں اللہ اس کے رسول، رسول کے قرابت داروں، یتیموں
والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولة	مسکینوں اور مسافروں کا حصہ ہے تاکہ وہ تمہارے اندر
بین الاغنیاء منکم وما آتاکم الرسول	کے صرف مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرے۔ اور
فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا واتقوا	رسول نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اسے اختیار کرو اور جس سے منع
الله ان الله شدید العقاب (حشر ۷)	کیا ہے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو! وہ سخت عذاب والا ہے

اس کے بعد فرمایا:-

للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من	(اس مال میں) ان محتاج مہاجرین کا بھی حصہ ہے جو اپنے
دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من	گھروں اور اپنے مال و دولت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔
الله ورضوانا وینصرون الله ورسوله	——— ان لوگوں کو اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی
اولئک هم الصادقون ط	مطلوب ہے اور وہ اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے
(حشر ۸)	ہیں۔ بلاشبہ یہ لوگ (ایمان میں) سچے ہیں۔

اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ انصار کو بھی شامل کیا گیا ہے:-

والذین تبوّءوا الدار والایمان من قبلهم	(فئی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے) جو پہلے سے (مدینہ)
یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی	میں رہتے ہیں اور ان کا ایمان خالص ہے اور وہ مہاجرین
صدورهم حاجة مما اوتوا ویؤثرون علیٰ	سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس چیز کی ذرا بھی

علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۔ (حشر ۹)	طلب نہیں پیدا ہوتی جو مہاجرین کو دے دیا جاتا ہے بلکہ وہ اپنی احتیاج کے باوجود انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور جو لوگ بخالت نفس سے محفوظ ہوں وہی فی الواقع اصل کامیاب ہیں۔

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ بعد میں آنے والے دوسرے لوگوں کو بھی شریک کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا :-

والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم (حشر ۱۰)	اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ خدا سے دعا کرتے ہیں، پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ پیدا ہو۔ پروردگار! بیشک تو نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

یہ آیت بعد میں آنے والوں کے لیے بھی عام ہے۔ اس لیے فی کا حصہ سب کو ملے گا۔ ایسی صورت میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ کس طرح زمین تقسیم کر دی جائے اور بعد میں آنے والے دوسرے لوگوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔"

تمام صحابہ اس فقہی نکتے کو سمجھ جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید میں ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ اس طرح ایک پریشان کن مسئلہ نہایت عمدگی سے متفقہ طور پر حل ہو جاتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی

کی مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہمارے ہاں سے مل سکتی ہیں

دعوت دین اور اس کا طریق کار	۳، ۷۵	حقیقت تقویٰ	۱، ۱۲
تدبر قرآن (قرآن فہمی کے اصول) شرائط اللہ العلیٰ	۲، ۲۵	توضیحات	۳، ۵۰
حقیقت توحید	۱، ۲۵	پاکستانی عورت دوراہے پر	۲، ۲۵

نوٹ: یہ کتابیں بہت قلیل تعداد میں فراہم ہو سکی ہیں اس لیے ان کی قیمت پہلے سے نہ بھیجی جائے بلکہ بذریعہ وی پی طلب کی جائیں۔

مکتبہ میثاق - رحمان پورہ، اچھرہ - لاہور

سفرِ حج

امین احسن اصلاحی

مکّہ معظمہ میں ایک عشرہ قیام

عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ہمیں مکان کی تلاش ہوئی۔ مکان سے متعلق میری شرطیں صرف دو تھیں۔ ایک تو یہ کہ حرم شریف سے فی الجملہ قریب ہو تاکہ جماعتوں کی حاضری میں آسانی ہو، دوسری یہ کہ اس میں ایک کھلی ہوئی چھت ہو، اگرچہ وہ کتنی ہی مختصر ہو تاکہ شب میں گرمیوں میں کمرے کے اندر نہ سونا پڑے۔ میرے نزدیک یہ دونوں شرطیں کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن انہی دو شرطوں کی وجہ سے حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کو مکان کی تلاش میں دن بھر دوڑ دھوپ کرنی پڑی۔ اگر کوئی مکان موزوں ملتا تھا تو ہمارے لیے اس کا کرایہ ناقابلِ برداشت، اور اگر کرایہ قابلِ برداشت ہوتا تو مکان ناقابلِ برداشت۔ خدا خدا کر کے شام تک بابِ ابراہیمؑ کے محاذات میں ایک مکان کی چوتھی منزل کا معاملہ طے ہوا۔

ایک کمرہ تھا جس میں دو آدمی بمشکل لیٹ سکیں۔ ایک چھجہ سا تھا جس پر چار آدمی بمشکل بیٹھ سکیں ایک مختصر سا گوشہ تھا، اس سے چاہیے باورچی خانے کا کام لیجیے یا غسل خانے کا۔ البتہ ایک مختصر سی چھت اس کے ساتھ ضرور تھی۔ بس اتنی سی مکانیت رکھنے والا مکان تھا اور کرایہ اس کا نو سو ریال تھا۔ اس کی خستہ حالی بھی قابلِ رحم حالت تک پہنچی ہوئی تھی۔ بس اس میں اگر کوئی خوبی تھی تو یہ تھی کہ اس کے چھجے پہ اگر کوئی بیٹھے تو وہاں سے جبل نور کی وہ چوٹی بھی دکھائی دیتی تھی جس پر غارِ حرا ہے اور سامنے بیت اللہ بھی نظر آتا تھا۔ جب صاحب مکان سے اس مکان کی خستہ حالی اور اس کے اس بھاری کرایہ کا ذکر آتا تو وہ انہی دونوں چیزوں کی طرف اشارہ کر کے ہمیں قائل کر دیتا اور ہمیں قائل ہو جانا پڑتا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مکانوں کے کرائے تو ہمیشہ غیر معمولی رہے ہیں اور ایسے مقامات پر کرایوں کی زیادتی ایک بالکل قدرتی امر ہے لیکن ادھر اس زیادتی کا ایک خاص سبب بھی ہوا ہے۔ وہ یہ کہ حکومت نے بہت سے مکانات حرم کی توسیع کے سلسلے میں منہدم کرا دیئے اور حجاج کے ٹھہرانے کے لیے نہ تو کوئی متبادل انتظام کیا اور نہ کرایوں پر کوئی کنٹرول قائم کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاجیوں کو یا تو بغیر مکانوں کے سڑکوں پر گذر کرنا پڑا یا اپنی استطاعت سے کہیں زیادہ کرائے ادا کرنا پڑے۔ بڑی شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ حجاج کے ٹھہرنے کے لیے متعدد مدینۃ الحجاج مکہ معظمہ میں بنائے جائیں۔ لیکن سعودی حکومت اس وقت توسیع حرم کی اسکیم کی تکمیل میں مصروف ہے اور بظاہر وہ ابھی کئی سال تک اس اسکیم سے فارغ ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک بہت ہی عظیم ذمہ داری ہے جو سعودی حکومت نے اپنے سر پر اٹھالی ہے اگر وہ اس سے عہدہ برآ ہوگئی (ہماری دلی آرزو اور قلبی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے اور اس کے وسائل میں برکت عطا فرمائے) تو یہ ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہوگا۔ لیکن اس دوران میں سعودی حکومت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ حجاج کے لیے مکانات کے مسئلہ پر غور کرسکے گی حالانکہ یہ مسئلہ فوری توجہ کا محتاج ہے۔ اگر سعودی حکومت نے اس کا کوئی فوری حل نہ نکالا تو حجاج کے لیے یہ تکلیف ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک یہ کام تمام مسلمان حکومتوں کے مل کر کرنے کا ہے، سعودی حکومت کو چاہیے کہ وہ اس مقصد کے لیے کوئی ایسی اسکیم بنائے جس میں سب حصہ لے سکیں اور وہ بیجا خودداری سے بالاتر ہو کر اس میں تعاون کے لیے تمام مسلمان حکومتوں کو دعوت دے۔

مکان مل جانے کے بعد سفر کی حالت کچھ حضر میں تبدیل ہوئی۔ راشن وغیرہ ہمارے پاس موجود ہی تھا مٹی کے تیل سے جلنے والا ایک چولھا خرید کر ہم نے کھانے پکانے کا گھریلو نظم قائم کرلیا۔ بازار سے سبزیاں وغیرہ ہر قسم کی مل جاتی تھیں اگرچہ کراچی اور لاہور کی نسبت سے بہت گراں۔ گھی یہاں نایاب ہے۔ دودھ آسانی سے ڈبوں والا ہی ملتا ہے۔ کھانے کی چیزوں کی یہ گرانی اور نایابی دیکھ کر ہم اس بات سے بہت خوش ہوئے کہ ہمارے پاس آٹے، چاول، گھی اور مصالحہ جات کی کافی مقدار موجود تھی۔ مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ ان چیزوں کے یہاں سے لاد کر لے جانے میں اصلی دخل حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کی ہمت کو تھا۔ اگر

میری طبیعت تو یوں ہلکے پھلکے سفر کے شوق میں بالکل قلندرانہ چل کھڑا ہوتا اور اس قلندری کا مزا وہاں جاکر چکھتا۔ یہ بات ہر شخص کو نوٹ کر لینی چاہیے کہ حجاز کے عام ہوٹلوں کے کھانے ہمارے مذاق کے اس قدر خلاف ہوتے ہیں کہ ہم اضطرار اور مخمصہ کی حالت میں ان سے جان تو بچا سکتے ہیں لیکن سیری اور آسودگی کسی طرح نہیں حاصل کر سکتے۔ اور اگر کوئی صاحب مذاق کے سوال کو بالفرض اہمیت نہ بھی دیں تو صحت کا سوال تو ہم جیسوں کے لیے بہر حال اہمیت رکھنے والا ہے۔

مکان مل جانے کے بعد میری طبیعت یکسو ہوگئی۔ پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے علاوہ تین وقت میں نے حرم میں حاضر رہنے کے لیے اور خاص کر لیے۔ ایک ۸ اور ۹ بجے صبح کے درمیان کا وقت، اس وقت عام طور پر حجاج کھانے پکانے اور سودا سلف لانے میں مصروف ہوتے ہیں اس وجہ سے حرم میں ہجوم کم ہوتا ہے۔ طواف وغیرہ میں آسانی ہوتی ہے، پھر دھوپ بھی قابل برداشت ہوتی ہے۔ دوسرا مغرب سے کچھ پہلے کا وقت۔ میں مغرب سے پہلے حرم میں پہنچ جاتا، طواف کرتا، پھر مغرب و عشا کی نمازیں وہاں سے پڑھ کر گھر لوٹتا۔ تیسرا فجر کی نماز سے پہلے کا وقت۔ یہ وقت بھی میں نے طواف وغیرہ کے لیے پرسکون پایا۔ بقیہ اوقات گھر پر گذارتا۔ اگر کوئی صاحب ملنے کے لیے آگئے تو ان سے ملاقات کر لیتا ورنہ کچھ پڑھتا یا آرام کرتا۔

حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب بیت اللہ کے طواف سے جب فرصت پاتے تو بلد امین کے طواف کے لیے نکل جاتے۔ حرم میں نماز کے اوقات پر آجاتے اور پھر نماز اور طواف کے بعد بالا بالا ہی کسی اور مہم پر روانہ ہو جاتے۔ میں نے ان کو کھانے اور سونے کے اوقات کے معاملے میں ہمیشہ بے نظم آدمی پایا ہے۔ یہ چیز میرے اور ان کے درمیان عرصے سے ایک نزاعی مسئلہ بن چکی ہے۔ میں نے اس سفر میں کوشش کی کہ ان کو اوقات کا کچھ پابند بناؤں۔ اس غرض کے لیے ان کو دوستانہ مشورے بھی دیے، مشفقانہ نصیحتیں بھی کیں، دیر گانہ تنبیہیں بھی کیں لیکن میری ہر چیز بے اثر رہی۔

خانہ کعبہ کا جلوہ | چونکہ ہم ایام حج سے بہت پہلے پہنچ گئے تھے، ابھی حجاج کا پورا اجتماع نہیں ہوا تھا، اس وجہ سے تھوڑے سے اہتمام سے آدمی تمام مطلوب و محبوب جگہوں، حجر اسود، رکن یمانی، حطیم، ملتزم،

باب کعبہ، مقام ابراہیم پر آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ میری دلچسپی زیادہ تر حرم میں بیٹھنے سے تھی۔ مجھے خانہ کعبہ کا جلوہ بڑا محبوب معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے پہنچنے کے چند دنوں کے بعد بیت اللہ کے دروازے کی طرف سے ذرا سا پردہ سرکا دیا گیا۔ اس چیز نے میرے شوق دید کو اور بھڑکا دیا۔ میں نے خانہ کعبہ کو ہر زاویے سے دیکھا۔ کبھی مقام ابراہیم کے پاس سے کبھی میزاب کی طرف سے۔ کبھی باب ابراہیم کی طرف سے کبھی باب الجیاد کی طرف سے۔ جدھر جی چاہتا بیٹھ جاتا اور خانہ کعبہ کو دیکھتا رہتا۔ مجھے اس کو دیکھنے سے کبھی سیری نہیں ہوئی۔

یہ بات نہیں ہے کہ یہ عمارت کوئی بڑی خوبصورت عمارت ہے۔ اس میں خوبصورتی تو کوئی بھی نہیں ہے جو پتھر اس میں لگے ہوئے ہیں ان میں شاید ہی کوئی دو پتھر ایک سائز کے ہوں۔ یہ پتھر اپنے رنگ کے لحاظ سے بھی کچھ نگاہوں کو جذب کرنے والے نہیں ہیں۔ ان پر کوئی نقش و نگار بھی نہیں ہے۔ غرض ظاہری زینت و زینت کی کوئی چیز بھی دل کو مائل کرنے والی نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو محبوبیت، جو دلکشی جو حسن و جمال جو سادگی و پرکاری اور جو عظمت و شوکت اس عمارت میں میں نے پائی وہ کسی اور چیز میں نہیں پائی۔ میں نے اکثر خیال کیا کہ دنیا میں کتنی مسجدیں ہیں جن کے ایک ایک گوشے کی تعمیر پر اس کے مقابل میں کہیں زیادہ دولت خرچ ہوئی ہے۔ خود حرم کی نئی عمارت جو زیر تعمیر ہے اس شان کی عمارت ہے کہ اس کے کسی ایک ہی کونے سے اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور شاندار سامان تعمیر فراہم کر لیا جا سکتا ہے جو بیت اللہ کی تعمیر میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن آخر کیا بات ہے کہ جو چیز اس عمارت میں ہے وہ کسی عمارت میں نہیں ہے اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر پر اپنی محبت کا خاص پرتو ڈالا ہے اور یہ محبت صلہ ہے اس خلوص نیت کا جس خلوص نیت کے ساتھ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے خاص اپنے ہاتھوں سے اس کی تعمیر فرمائی۔

بیت اللہ بالکل نشیب میں واقع ہے۔ حرم کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کے بیچ میں جو وادی ہے اس وادی کے سب سے نچلے حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے اس گھر کی تعمیر فرمائی ہے۔ آپ حرم کے جس دروازے سے بھی داخل ہوں۔ آپ بیت اللہ کی طرف جائیں گے تو اس طرح جائیں گے جس طرح آدمی بلندی سے نشیب کی طرف جا رہا ہو۔ احادیث میں خانہ کعبہ کو حوض کوثر کا مجاز کہا گیا ہے سو

واقعہ یہ ہے کہ اس کی شکل بھی کچھ حوض ہی سے ملتی جلتی ہوئی ہے۔ حرم کے وسط میں خانہ کعبہ سیاہ غلاف میں ملبوس چشم تصور کو کچھ اس طرح نظر آتا ہے جیسے ایک حوض ہو اور اس حوض کے وسط میں سیاہ گلاب کا ایک پھول کھلا ہوا ہو۔

کبھی کبھی میرے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ جس خدا نے اس دنیا کی تمام بلندیاں پیدا کی ہیں۔ آخر اس نے اپنے گھر کی تعمیر ایک نشیب میں کیوں کرائی۔ یہیں متعدد پہاڑ تھے، اُن پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ پر بھی اس کی تعمیر ہو سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہیں سے زمزم کا چشمہ بھی جاری ہو سکتا تھا۔ اس سوال کا وہی جواب مجھے پسند آیا جو میرے استاذ مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سفرنامہ کے قارئین بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مولانا اپنی کتاب الرای الصحیح فی من ھو الذبیح میں بیت المقدس کا ذکر کرنے کے بعد بیت اللہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

> "ہاں ایک دوسرا گھر ہے اس کو دیکھو تو اس کے ہر گوشے اور ہر کونے میں ابراہیمی سادگی کا جمال فطرت ابھرا ہوا نظر آئے گا۔ وہ کون ؟ بطحائے مکہ کا بیت اللہ الحرام! وہ بت پرستوں آفتاب پرستوں اور ستارہ پرستوں کے معابد کے بالکل برعکس۔ نشیب زمین میں تعمیر ہوا اور گویا اپنی ہیئت ہی سے اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان بلندیوں پر چڑھ جائے بلکہ اس کا قرب زیادہ سے زیادہ جھک جانے اور پست ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے۔" (قربانی کی حقیقت اور اس کی تاریخ ص ۸۳)

حرم کی نمازیں بیت اللہ نماز کا مرکز ہے اس بات کو جانتے تو سب ہیں لیکن اس مرکزیت کی حقیقت سمجھ میں اس وقت آتی ہے جب آدمی نماز کے اس مرکز میں پہنچ کر نمازیں ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہو سکتا جب آپ حرم میں داخل ہوں اور ہزاروں انسانوں کو مشغول رکوع و سجود نہ پائیں۔ حرم کے میناروں سے جس وقت فجر کی اذانیں بلند ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدائے بازگشت صرف اس پاس کی پہاڑیوں ہی سے نہیں بلکہ آسمان و زمین کے ہر کونے سے آرہی ہے۔ نماز کے اوقات میں جب لوگ حرم کے ہر طرف سے حرم میں داخل ہونا شروع ہوتے ہیں تو راستے رک جاتے ہیں، گلیوں سے

گذرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ حرم میں داخل ہونے کے لیے بیسیوں بڑے بڑے دروازے ہیں لیکن یہ تمام دروازے ناکافی ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر جمعہ کے دن تو جس شخص کو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنے کی جگہ مل جائے وہ اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھتا ہے۔ میں جگہ حاصل کرنے کے لیے تین تین گھنٹے پہلے سے جمعہ کے دن گیا ہوں لیکن اطمینان کی جگہ حاصل کرنے میں کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اگر اطمینان کی جگہ ملی تو مسعیٰ کی بالائی منزل پر ملی، حرم کے اندرونی حصے میں کبھی نہیں ملی۔

یہاں نماز اور اذان کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے جو شخص تکبیر تحریمہ کا ثواب حاصل کرنا چاہے اس کو بہت مستعد رہنا پڑتا ہے۔ اگر مکان حرم سے ذرا بھی دور ہو تو جماعت کی حاضری صرف اسی میں ممکن ہے جب آدمی پہلے سے تیار رہے۔ نمازیں مختصر اور معتدل ہوتی ہیں۔ امام حرم کی قرأت نہایت موثر اور دل آویز ہوتی تھی، اس وجہ سے میرا دل یہ چاہتا تھا ۔ بالخصوص نماز فجر میں۔ کہ وہ کوئی لمبی سورہ پڑھیں لیکن ان کی قرأت ہمیشہ مختصر ہوتی تھی۔

امام حرم لاکھوں انسانوں کی امامت کرتے ہیں جن میں بلا مبالغہ ہزاروں مریض، بوڑھے اور ناتواں ہوتے ہیں۔ ایک عظیم تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے جنھیں جگہ کی تنگی کے سبب سے دھوپ میں کھڑے ہونا پڑتا ہے، اور مکہ معظمہ کی دھوپ اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس دھوپ کا تجربہ کرنے کے بعد ہی وہ حدیث سمجھ میں آتی ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ الحر من فیح جہنم۔ پھر ہزاروں خواتین ہوتی ہیں جن کے ساتھ ان کے ننھے ننھے بچے ہوتے ہیں۔ ایک دن میں نے ایک حبشی خاتون کو باب الجیاد کے سامنے دھوپ میں اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ایک بچہ کو وہ پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں، دوسرے کو زمین پر لٹا رکھا ہے اور تیسرا پاس کھڑا ہوا رو رہا ہے۔ ان ساری باتوں کے باوجود نماز میں ان کا انہماک قابلِ رشک تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر ہماری مسجدوں کے امام صاحبان کی طرح یہاں کے امام بھی یہ بھی تقریریں کریں اور لمبی لمبی سورتیں پڑھیں تو ان بے چاروں کا کیا حال ہو۔

حرم میں نمازوں کا منظر اتنا شاندار ہوتا ہے کہ جس نے دیکھا نہیں ہے اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ خانہ کعبہ کو مرکز قرار دے کر گول دائروں کی شکل میں جب لاکھوں نمازی کھڑے ہوتے ہیں، ٹھیک وسط میں بیت اللہ

ہوتا ہے، مقام ابراہیم کے پاس سے امام کی صدائے قرأت بلند ہوتی ہے، آس پاس کی سڑکیں اور چھتیں یہاں تک کہ وہ مچان بھی، جو حرم کی تعمیر کے سلسلے میں بنائے گئے ہیں، نمازیوں سے رُک جاتے ہیں تو اس منظر کو دیکھ کر فی الواقع قبلہ کی اہمیت کچھ سمجھ میں آتی ہے اور اس امت کی وحدت کی جو حقیقت ہے اس کا ایک جلوہ آنکھوں کو بھی نظر آجاتا ہے۔ میں نے مسعیٰ کی بالائی منزل سے بعض مرتبہ یہ منظر دیکھا ہے۔ اس منظر کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک ہی منظر ہوتا ہے۔

ایک دن میں نماز میں ذرا دیر سے پہنچا۔ جب میں باب ابراہیمؑ کی دہلیز میں داخل ہوا تو امام پہلی رکعت کے رکوع سے فارغ ہو کر سجدے میں جا رہے تھے۔ معلوم نہیں کیوں میں ذرا دیر کے لیے ٹھٹھک گیا۔ میری نگاہ جو اٹھی تو میں نے باب ابراہیم سے لے کر مسعیٰ تک زمین پر پڑی ہوئی لاکھوں پیشانیوں کا منظر دیکھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں بالکل ششدر رہ گیا۔ حشر کے میدان کا جو تصور میرے ذہن میں تھا وہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس وقت ساری کائنات سجدے میں ہے، صرف میں ہی تنہا محروم ہوں۔ مجھے جانماز بچھانی تھی لیکن میں نے جانماز ایک طرف پھینک دی۔ اور بے تحاشا سجدے میں گر پڑا۔

حرم میں جس طرح لباسوں اور صورتوں کی ساری قسمیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح نماز کی بھی وہ تمام ہیئتیں جمع ہو جاتی ہیں جن کی اسلام میں گنجائش ہے۔ آپ صف میں کھڑے ہوں گے تو آپ کے دہنے بائیں، آگے پیچھے مختلف مسلکوں کے مطابق نماز ادا کرنے والے آپ کو مل جائیں گے۔ نماز کی بنیادی چیزیں مشترک ہوں گی لیکن ظواہر میں بڑا اختلاف ہوگا۔ حرم میں اس طرح کے اختلافات کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں اگر کوئی شخص ذرا سا بھی اس سے مختلف طریقے پر نماز پڑھ لے جو طریقہ مسجد کے عام نمازیوں کا ہے تو سب کی نگاہیں اٹھ جائیں گی۔ بلکہ اندیشہ ہنگامہ برپا ہو جانے کا پیدا ہو جاتا ہے لیکن حرم میں میں نے اس طرح کے کسی اختلاف پر کسی کو نکیر کرتے دیکھا اور نہ سنا۔ وہاں یہ حقیقت ہر شخص پر روشن ہو جاتی ہے کہ ان ظواہر کے اختلاف کے باوجود بھی مسلمان اور مسلمان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا ۔

تقریظ و تنقید

ارمغانِ حرم

مرتبہ : افتخار احمد اعظمی

ناشر : مرکز ادب، جہانگیر آباد پیلس، لکھنؤ۔

ضخامت : ۲۷۸ صفحات - جلد، کتابت، طباعت اور کاغذ خوب سے خوب تر۔

قیمت : پانچ روپے۔

پاکستان میں ارسالِ زر کا پتہ : مکتبۂ میثاق، رحمان پورہ، اچھرہ لاہور۔

ارمغان حرم مولانا اقبال سہیل کے قصائد نعت و منقبت کا مجموعہ ہے، جسے اردو کے ہونہار ادیب و شاعر جناب افتخار اعظمی نے نہایت سلیقے سے ترتیب دیا ہے۔ سہیل کا شمار عصر جدید کے چیدہ اور برگزیدہ شعراء میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اردو غزل کو نئی سیاسی معنویت اور قصیدہ نگاری کو نیا انداز و آہنگ بخشا۔ سہیل نے اپنے نعتیہ قصائد میں جنابِ رسالت مآب صلعم سے صرف عقیدت و محبت ہی کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ آپ کے پیغام کو بھی موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے یہاں توحید و رسالت کا صحیح اور واضح تصور ملتا ہے۔ وہ فن نعت کی نزاکتوں کا شعور رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائے عقیدت میں بھی وہ حقیقت و واقعیت کے دائرے میں رہتے ہیں۔ ان کے قصائد نعت و منقبت فکر و فن کی رعنائیوں کے ساتھ ساتھ صحیح اسلامی تصورات کے آئینہ دار ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان قصائد نے اردو شاعری کی آبرو بڑھائی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زنگاری گردوں　　　وہ اُمّی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی

وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے　　　غبار مملکت ہو یا وقار تاج سلطانی

تراشۂ حسن کے ناخن کا ہلالِ آسماں منزل   غسالۂ حسن کے تلووں کا زلالِ آبِ حیوانی

صدرِ اُمم، سلطانِ مدینہ وہ حسن کے کفِ پا کا پسینہ   گلکدۂ فردوس کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم
سروِ سیادت قامتِ رعنا، صبحِ سعادت جلوۂ سیما   طاقِ عبادت ابروئے پُرخم صلی اللہ علیہ وسلم
مہرِ رسالت، مہرِ جلالت، عینِ عدالت خضرِ دلالت   اے بکمالات ناطقہ ابکم صلی اللہ علیہ وسلم

نہ روئے حق سے نقاب اُٹھتا، نہ ظلمتوں سے حجاب اُٹھتا   فروغ بخشِ نگاہِ عرفاں، اگر چراغِ حرم نہ ہوتا

سہیل کی نظم "معراج" میں اُن کا فن اوجِ کمال پر ہے۔ اس نظم کا خاص وصف تخیل اور حقیقت کی دلکش ہم آہنگی ہے۔ انھوں نے حضرت فاروق رضؓ کے قصرِ پُرشکوہ کی تصویرکشی نہایت بلیغ انداز میں کی ہے

بڑھے آگے تو وسطِ ساحتِ فردوس میں دیکھا   بلند و پُرشکوہ و دلکشا اک قصرِ لاثانی
وہ زینت حسن کا ہر گوشہ ریاضِ خلد کا حاصل   وہ رفعت حسن کا ہر زینہ حریفِ کاخِ کیوانی
وہ شفاف و شفق گوں رنگ جیسے حل ہو کوثر میں   تباشیرِ سحر، سیمِ قمر، یاقوتِ رمانی!
چمن میں اشکِ شبنم کی جگہ درِ نجفِ غلطاں   روش پہ سنگریزوں کے عوض لعلِ بدخشانی
محاسن کے توازن میں مثالِ عدلِ فاروقی   مناظر کے تناسب میں جمالِ ماہِ کنعانی
قوائم اُس کے عزمِ انبیاء کی طرح مستحکم!   در و بام اُس کے قلبِ اصفیا کی طرح نورانی

قصائدِ منقبت سے بعض بلیغ اشعار بطورِ نمونہ پیش کیے جاتے ہیں جن سے سہیل کے کمالِ علم و فن کا اندازہ ہوگا ؎

اللہ ری دلفریبیِ زندانِ کائنات   چھوٹیں تو مر ہی جائیں اسیرانِ کائنات
فیضِ ازل سے سیکھ کے مشاطگی کا فن   سلجھا رہا ہوں زلفِ پریشانِ کائنات

دورِ سپہر اک گام ، چشمِ مہر عکسِ جام ، یادیہ گردِ شوق کا ، بادہ کشِ نیاز کا

ترے نثار ، بےخودی مٹا فریبِ آگہی پیام ہوش بن گئی صدا شکستِ جام کی

حجاب کیا ظہور کیا ، بقدرِ ظرف ہے عطا کہیں ادا جمال کی ، کہیں صدا کلام کی

فضائیں گونجی ہیں مرحبا سے چلے ہیں فاروقؒ اس ادا سے جو ذرے اڑتے ہیں گردِ پا سے نجوم پر مسکرا رہے ہیں

سہیل کی نظم "حکایت ہستی" سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام پر ان کی حکیمانہ نظر تھی۔

ارمغان حرم کے شروع میں افتخار اعظمی کا جامع مقدمہ ہے جس میں عربی فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے سہیل کے قصائد نعت و منقبت کے فکری پہلوؤں اور شاعرانہ محاسن پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقدمہ کے علاوہ مرزا احسان بیگ، شاہ معین الدین ندوی اور عطیہ افتخار اعظمی (بنت خلیل عرب) کے گراں قدر تنقیدی مقالات بھی شامل ہیں۔ ان مضامین کا خاص معنوی وصف یہ ہے کہ ان میں اسلامی نقطۂ نظر سے نعت و منقبت کا صحیح فکری نہج متعین کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ سہیل نے اس فکری نہج کو جذبۂ و تخیل کے ساتھ ہم آہنگ کر کے شاعرانہ پیکر میں کیونکر پیش کیا۔ ان مقالات نے ارمغانِ حرم کی قدر و قیمت اور افادیت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے۔

(م - س)

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (مترجم)

تالیف : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ :- مولانا محمد عبدالشکور فاروقی

ناشر:۔ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عظیم تصنیف اہل علم کے حلقوں میں اس قدر معروف ہے کہ ہمارے تعارف یا توصیف کی محتاج نہیں ہے۔ خلافت اور خصوصاً خلافتِ راشدہ کے موضوع پر اس سے زیادہ مدلل و بسیط تصنیف کوئی اور موجود نہیں ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے فکر کی گہرائی اور ان کے علمی نکات کی فراوانی اس کی ہر سطر سے نمایاں ہوتی ہے۔ مصنف رح نے یہ کتاب اگرچہ اہل تشیع کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے تحریر فرمائی ہے لیکن کسی ایک جگہ بھی ان کا اندازِ تحریر مناظرانہ نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتاب اس کتاب کا اردو ترجمہ ہے اور ابھی صرف اس کا پہلا حصہ شائع ہوا ہے۔ پوری کتاب ۴ جلدوں میں ہوگی۔ اس حصہ میں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی دو فصلوں میں عام خلافت اور خلافتِ راشدہ کے لوازم و صفات، خلیفہ کے انتخاب کے طریقے اور اس کی اطاعت کے شرائط وغیرہ کا بیان ہے۔ تیسری فصل میں گیارہ آیاتِ خلافت کی تفسیر کر کے مصنف رح نے بتایا ہے کہ خلافتِ راشدہ کس طرح ان آیات کی مصداق ہے۔ چوتھی فصل میں خلفائے راشدین سے متعلق تقریباً ساڑھے تین سو احادیث جمع کی گئی ہیں۔ آخری فصل میں خلافتِ راشدہ کے بعد کے فتنوں کا بیان ہے۔ اس جلد کے مطالعہ سے خلافت کا مسئلہ تو منقح ہو کر سامنے آتا ہی ہے، مصنف رح کے تفسیری افادات اور علم حدیث سے متعلق ان کے نکات مزید براں ہیں جو اس کے ہر صفحہ پر ملتے ہیں۔

ترجمہ سلیس اردو میں ہے اور صاحبِ فن عالم کا کیا ہوا ہے۔ مصنف رح کا مفہوم ٹھیک ٹھیک ادا ہوا ہے بلکہ ترجمہ کی صحت ہی کی کوشش میں کہیں کہیں فاضل مترجم نے مصنف رح کے الفاظ کی پابندی اس حد تک کی ہے کہ عبارت ثقیل ہو گئی ہے۔ اس ترجمہ کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جن سے اس کی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے مثلاً مجمل عبارات کی مترجم نے توسین میں وضاحت کر دی ہے، فنی اصطلاحات کی وضاحت بھی حاشیے میں دے دی گئی ہے۔ نیز مصنف رح کے بعض خیالات کو مزید مدلل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بعض مقامات پر ضروری اقتباسات تک بھی حاشیے میں دیئے ہیں

احادیث خلافت کی فصل کے خاتمہ پر انہوں نے راویانِ حدیث صحابہ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی جمع کر دیئے ہیں۔ ترجمہ متن کے بالمقابل دوسرے کالم میں درج ہوا ہے۔

کتابت و طباعت کا معیار اونچا ہے۔ صحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب مجلد اور بڑی تقطیع کے ۱۱۰ صفحات پر چھپی ہے۔ قیمت:- ۱۰/-/- روپے (خ۔م)

رمضان المبارک و اتحاد ملت اور سنت

مصنف :- مولانا عبدالغفار حسن

شائع کردہ :- شعبۂ نشر و اشاعت، جامعہ تعلیمات اسلامیہ ۵ جناح کالونی لائل پور

ملک میں دینی و اخلاقی زندگی کے انحطاط کو محسوس کرتے ہوئے جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ ٹھوس اور تعمیری لٹریچر ارزاں نرخوں پر شائع کیا جائے تاکہ ملک کے پڑھے لکھے طبقے میں اس کی اشاعت عام ہو سکے۔ زیر نظر دونوں پمفلٹ اسی پروگرام کے تحت شائع ہوئے ہیں۔ ہم جامعہ کے اس پروگرام کو ملک و ملت کے لئے نہایت مفید سمجھتے ہیں اور دین پسند افراد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس ادارہ سے اس کام میں ہر ممکن تعاون کریں۔

اوّل الذکر رسالہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں رمضان المبارک کے مقاصد اور اس کے ثمرات و نتائج کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ رمضان کے ایک ضمنی مقصد "دعا" پر فاضل مؤلف نے مفصل مواد پیش کیا ہے۔ پورے رسالہ میں خلوص و للہیت کی تعلیم ہے اور روزہ کے مقاصد کو کامیابی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کا کاغذ سفید ہے لیکن طباعت و کتابت دونوں معیاری نہیں۔ قیمت تین آنے ہے

موخرالذکر رسالہ میں فاضل مؤلف منکرین سنت کے اعتراضات کو زیر بحث لائے ہیں۔ آپ نے عام فہم انداز میں بتایا ہے کہ سنت نے مسلمانوں کو ہمیشہ متحد رکھا ہے۔ اس سے اگر اختلاف پیدا کیا جائے تو اس میں سنت کا کوئی قصور نہیں بلکہ غلط ذہنیت کا ہاتھ ہے۔ فاضل مؤلف نے فقہی اختلافات کی حیثیت بھی واضح کی ہے اور بتایا ہے کہ انکار سنت کا نتیجہ انتشار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

اتحاد ملت اگرچہ نہایت مفید مقالہ ہے تاہم ہمارا خیال ہے کہ یہ مختصر ہے۔ اگر فاضل مؤلف منکرین سنت کے دوسرے دلائل کو بھی سمیٹ لیتے تو اس کی افادیت بڑھ جاتی۔ کاغذ اور چھپائی معمولی ہے۔

قیمت :- ۱۶ پیسے

جامعہ اسلامیہ کی یہ کوشش قابل تحسین ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ مطبوعات کی ارزانی کو قائم رکھتے ہوئے ان کے طباعتی معیار کو اونچا کیا جانا چاہیے۔ اور تصحیح کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ (خ۔م)

سبیل الرشاد فی تفریق التبادل و الشغار

مؤلف :- فضل حق ہاشمی عفی

صفحات :- ۸۰　　قیمت :- ایک روپیہ

شائع کردہ :- جمعیت اہل حدیث میانوالی

یہ رسالہ مروجہ تبادلہ کے نکاح (جس میں مہر مقرر ہوتا ہے) اور نکاح شغار (جس میں مہر کا کوئی تصور نہیں ہوتا) کا فرق ظاہر کرنے کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ نکاح شغار حرام ہے لیکن مروجہ تبادلہ کے نکاح میں چونکہ نکاح شغار کی شرائط نہیں پائی جاتیں اس لئے یہ حرام نہیں۔ مؤلف نے اپنا نقطہ نظر مدلل ثابت کیا ہے اور اس کے حق میں متعدد علماء کے فتاویٰ بھی نقل کئے ہیں۔ رسالہ کا کاغذ اور چھپائی اچھی ہے۔ (خ۔م)

مقامِ بنو امیہؓ

مؤلف :- پیر غلام دستگیر نامی

صفحات :- ۳۲

ملنے کا پتہ :- دائرۃ الاصلاح، محلہ چلہ بیبیاں، لاہور۔

اس پمفلٹ میں مصنف نے اسلام کے ابتدائی دور میں بنو امیہ کی قدر و منزلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے باہمی رشتوں کی تفصیل دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اموی عاملین کے نام دیئے ہیں۔

یہ پمفلٹ ۱/۲ آنے کا ٹکٹ بھیج کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (خ۔م)

تگ و تاز

مصنف :- ابوالمجاہد زاہد

صفحات :- ۱۴۴ قیمت :- دو روپے

ملنے کا پتہ :- ابوالمجاہد زاہد سنگاہی دکھیم پور، یو۔پی

سرسید، شبلی اور حالی کے اثر سے اردو ادب میں ایک مقصدی شعور اجاگر ہوا۔ اقبال کے یہاں یہ شعور پھیل کر ایک نظریۂ حیات بنا۔ ان کے فن اور ان کے آفاقی تصورات سے اردو شاعری میں ایک انقلاب آیا۔ اس انقلاب سے دو ادبی تحریکیں پھوٹیں، ایک ترقی پسند اور دوسری تعمیر پسند۔ ترقی پسند تحریک نے اقبال کے فلسفۂ زندگی کے ان گوشوں کو اپنایا جن کا تعلق عروجِ آدم، تسخیرِ کائنات اور تاریخ کے تدریجی ارتقا سے تھا۔ حالانکہ اقبال نے تسخیرِ فطرت اور آرائشِ گیسوئے ہستی کی اساس نیابتِ الٰہی پر رکھی ہے اور نیابتِ الٰہی کا یہ تصور دائمی اخلاقی قدروں کو اپنے دامن میں لئے ہے۔ تعمیر پسند تحریک نے

اسلام کو ایک بسیط نظریہ حیات کی حیثیت سے اپنے فکروفن کا سرچشمہ تسلیم کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس تحریک نے اردو کے بعض مستند شعراء کے ساتھ ساتھ نئی نسل کے بہت سے ہونہار ادیبوں اور شاعروں کو اپنا ہم نوا بنا لیا ہے ——— انہی فن کاروں میں ایک لائق ذکر شاعر ابوالمجاہد زاہد بھی ہیں، "رنگ و ناز" ان کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ جس پر اردو کے فاضل نثرنگار پروفیسر ضیا احمد بدایونی کا جامع پیش لفظ ہے۔ زاہد صاحب کے نزدیک شاعری کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی کے حسن تعمیر میں اضافہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظموں اور غزلوں میں پاکیزہ انسانی قدروں کا رچاؤ ملتا ہے۔ اگرچہ وہ بعض جگہوں پر راست انداز بیان کی وجہ سے فن اور مقصد کو ہم آہنگ نہ رکھ سکے پھر بھی جہاں مواد اور صورت کا لطیف امتزاج ہے، وہاں ان کے اشعار میں بلا کی تاثیر آگئی ہے۔ بعض مثالیں ملاحظہ ہوں۔

عصمت کے مقدس گلشن میں مسموم ہوائیں چلتی ہیں
تہذیب کے زریں دوزخ میں عفت کی ردائیں جلتی ہیں
دامانِ ہوس میں جلوے ہیں اور ہاتھ وفائیں ملتی ہیں

کھیتوں میں پسینہ بہتا ہے ننگے بھوکے دہقانوں کا
زردار کے بس میں ہے لیکن دانہ دانہ کھلیانوں کا
محلوں کے سنہرے دیپوں میں جلتا ہے لہو انسانوں کا

ظلم کی دھوپ سے آئین پگھل جاتے ہیں		جھوٹ کی آنچ میں دستور بدل جاتے ہیں

عزم کی آنچ میں گل جائے گی زنجیر گراں		صبر کی دھار سے کٹ جائے گی شمشیر ستم
جادۂ حق پہ سوئے منزل مقصودِ حیات		اور بھی تیز قدم، تیز قدم، تیز قدم

اب کس کو تیری یاد کی لذت عطا کروں غم بھی ہے بے ثبات مسرت بھی بے ثبات

زاہد صاحب نے اپنی نظموں میں موجودہ تہذیب کی خرابیوں کو نہایت خوبی سے اجاگر کیا ہے اور اس پر انہوں نے بھرپور طنز بھی کیا ہے "مس انڈیا" "اے زہرہ جبیں ناچ" "اس دورِ نحوست ساماں میں" ان کی کامیاب نظمیں ہیں

اس مجموعہ کلام کی بعض نظموں کی زبان اور طرزِ ادا غیر شاعرانہ ہے۔ تراکیب کی وہ دلکشی اور الفاظ کی وہ مینا کاری بھی نہیں جس سے شعر کو آب ورنگِ جمال ملتا ہے۔ نظم "عورت" کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

اے زنِ عصرِ رواں معلوم بھی ہے کچھ تجھے
زینتِ بزمِ جہاں معلوم بھی ہے کچھ تجھے!
حضرتِ انساں کی ماں معلوم بھی ہے کچھ تجھے

تیرگیٔ جاہلیت تجھ پہ تھی چھائی ہوئی
روشنی ڈھونڈتی تو تھی مگر ملتی نہ تھی

"حضرت انسان کی ماں" ذوقِ سلیم پر گراں ہے

زاہد صاحب نے ترکیبیں وضع کرنے میں اگرچہ نہایت فیاضی سے کام لیا ہے لیکن کہیں کہیں بعض تراکیب مثلاً "رقصِ وحشت کی چھما چھم" "شکوہ فسق" "عارضِ اسلام پہ بھنبھناتی مکھیاں" مذاقِ لطیف کے یکسر خلاف معلوم ہوتی ہیں ——— فن اور زندگی میں ایک گہرا رشتہ ہے۔ لیکن زندگی کے اجتماعی اور اخلاقی پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ فن میں جمالیاتی کیف کہاں تک پیدا ہوا۔ اور یہ کیف شاعرانہ رموز و علامات کے حسنِ استعمال سے شعر میں آتا ہے

بعض خامیوں کے باوجود یہ مجموعہ کلام ایک قابلِ مطالعہ چیز ہے اور یہ اس وجہ سے بھی ایک قابلِ قدر کوشش ہے کہ اس میں ادب کے رخ کو بالکل صحیح سمت میں موڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(م۔ س)

اجتماع نمبر

روزنامہ دعوت دلی

جس میں جماعت اسلامی ہند کے تاریخی اجلاس دہلی منعقدہ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ نومبر ۱۹۶۰ء کی پوری کارروائی پیش کی گئی ہے شائع ہو گیا ہے جس کا مطالعہ آج کی دکھی دنیا کے مسائل اور ان کے حل کو سمجھنے کیلئے ناگزیر ہے $\frac{20\times26}{8}$ سائز کے ڈھائی سو صفحات ٹائیٹل سہ رنگا کتابت وطباعت وکاغذ اعلیٰ، اس تاریخی دستاویز کو اجتماع گاہ اور جماعت اسلامی ہند کی مرکزی وصوبائی درسگاہوں کی دلکش فوٹو تصاویر سے بھی مزین کیا گیا ہے۔ قیمت ۲ روپے علاوہ محصولڈاک ۵۸ نئے پیسے تین جلدوں کی خریداری پر محصولڈاک معاف، چار یا اس سے زیادہ جلدوں کی خریداری پر ۲۵ فیصد کمیشن دیا جائے گا

فرمائش ارسال کرنے میں تاخیر نہ کیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا۔

منیجر روزنامہ دعوت دلی ۶

فون ۲۷۶۵۲ تار کا پتہ "جماعت دہلی"

محی الدین پرنٹر پبلشر نے اشرف پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر میثاق ۱۱ احمد سٹریٹ رحمان پورہ اچھرہ لاہور سے شائع کیا